صاحبِ

کُلّی علمِ غیب

مُحَمّد مُصطفٰی نُورِ مُجسّم رحمۃ للعٰلمین رؤف الرحیم ﷺ

کون
معلم

کب
عطا ہوئے

کیسے
عطا ہوئے

کتنے
عطا ہوئے



کلی علم حاصل ہونے سے شرک نہیں ہوتا

کرنل (ر) محمد انور مدنی (بندۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

کرنل (ریٹائرڈ) محمدّ انور مدنی کی لکھی ہوئی (بندۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

خوشبوئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلّم

تصانیف
(مُفت یعنی بغیر کسی قیمت کے)

صاحب کُلّی علمِ غیب (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم) دوسرا ایڈیشن

حاکم کائنات (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم)

کُلّی ایمان (مسٹر اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کے رد میں)

اصل الموجودات (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم)

مختار منتخب (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم)

شریعت اور عشق (شریعت عشق مصطفٰے ہے اور عشق مصطفٰے ہی شریعت ہے)

اللہ تعالیٰ کی تلاش (محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا راستہ)

الزام شرک کے رد میں بے تکے فتوے دینے والوں کے لیے صراط مستقیم

محب اور حبیب کی گفتگو قرآن

نوٹ: ان کتابوں کا انگریزی ترجمہ ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ جلد منظر عام پر آجائے گا۔
کتابیں حاصل کرنے کا پتہ: 22.AA فیز 4 ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی۔ لاہور کینٹ

صاحبِ

کُلّی علمِ غیب

محمد مصطفٰے نورِ مجسم رحمۃ للعٰلمین رؤف الرحیم ﷺ

از

کرنل (ریٹائرڈ) محمد انور مدنی

نام کتاب	صاحب کلی علم غیب
مصنف	کرنل (ریٹائرڈ) محمد انور مدنی
تعداد	پانچ سو
اشاعت اول	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ جولائی ۱۹۹۶ء
اشاعت دوم	رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ فروری ۱۹۹۷ء
ٹائٹل	عاطف بٹ
کمپوزنگ	عظیم کمپیوٹر ٹریننگ' کمپوزنگ اینڈ سروس سنٹر' اردو بازار' لاہور
قیمت	اللہ اور رسول کی بارگاہ میں قبولیت کی دعاؤں کا متمنی۔ کیونکہ اللہ اور رسول زیادہ حقدار ہیں کہ اسے راضی کریں۔

(وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ)

(توبہ)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روئے سخن

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

۱۔ دور حاضر میں بدعقیدگی اور بے دینی فیشن بن گئی ہے انگریز نے اپنے دور بادشاہت میں اس کا بیج بویا تاکہ وہ مسلمانوں سے ان کے نبی ﷺ کی محبت دل سے نکال دے۔ ان کے وزیر تعلیم (لارڈ میکالے) سے جب یہ سوال کیا گیا کہ آپ نے اتنی ساری سمینریاں روپیہ پانی کی طرح بہا کر بنائیں۔ لیکن کچھ زیادہ مسلمانوں کو عیسائی (Convert) نہ کر سکے اس نے جواب دیا کہ ہمارا مقصد ان کو (Bad Muslims) بُرے مسلمان بنانا تھا۔ تاکہ ان کے دلوں سے ان کے نبی (ﷺ) کی محبت ختم کر کے ہم ان کو مغلوب کر لیں۔ انگریز کچھ حد تک کامیاب ضرور ہوا اور اس نے پہلا تو جھوٹے نبی کا پودا لگایا۔ پھر ایسے دارالعلوم کھلوائے جن کا کام ہی یہ تعلیم دینا ہو کہ قرآن و احادیث سے نبی کریم (ﷺ) کی ذات، صفات، کمالات، جمالات اور معجزات میں نکتہ چینی کریں ایسے اداروں کی مالی اعانت بھی خوب کی۔ یہ باتیں تاریخ کا حصہ ہیں۔

۲۔ بندہ کی ۳۲ سالہ فوجی زندگی اور بیرونی ممالک کی سیاحت نے یہ بات بتائی کہ اس وقت مسلمان تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود ذلت و خواری کے گڑھے میں اس لئے گر گئے ہیں کہ انہوں نے اپنے رسول ﷺ سے دوری اپنائی ہے۔

۳۔ ان نکتہ چین قسم کے لوگوں کی کیسی احسان فراموشی ہے کہ کلمہ پڑھانے کا بھی احسان یاد نہ رکھا۔ ورنہ شاید یہ بھی کسی بتکدے میں ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کے سامنے ماتھا رگڑتے ہوتے) میرے وسیع مطالعہ سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ ایسے لوگ ایک تو ذہانت کے معیار کے لحاظ سے اوسط درجہ سے بھی کم ہیں (گو کہ انہوں نے بڑے بڑے خود ساختہ القابات لگائے ہوئے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ ان میں قرآن سمجھنے کی بصیرت نہیں (قرآن کے ایک ظاہری معنی اور سات باطنی معنی ہیں) اور تیسری بات یہ ہے کہ ایسے لوگ عربی گرائمر سے نابلد ہیں۔ جن کو فقرے کی ترکیب نحوی کا

بھی پتہ نہیں وہ مناظرے شروع کر دیتے ہیں۔

۴۔ چنانچہ گنہگار نے ایک مختصر جامعہ اور مدلل مضمون لکھنے کی جسارت کی ہے۔ یہ آقا ﷺ کے علم مبارک کے متعلق مومنوں کے لئے خوشبو کا تحفہ ہے۔ امید ہے کہ ان سادہ لوح لوگوں کا ایمان بچا سکوں گا جو سن سنا کر شکوک و شبہات میں مبتلا ہو کر ایمان گنوا بیٹھتے ہیں۔ باقی رہی بات نکتہ چین لوگوں کی تو ان کے ساتھ لاکھوں مناظرے کریں۔ وہ کبھی بھی نہیں مانیں گے اور اللہ تعالیٰ کا بھی قول برحق ہے۔ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا۔ (اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ یہ ابد تک ہدایت نہ پائیں گے)۔

۵۔ علم مبارک پر قرآن و احادیث کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل کی روشنی بھی ڈالی ہے کیونکہ شریعت عقل کے دائرہ میں ہے (منکر و منافقین اپنی کم عقلی سے سمجھ نہ سکے۔) امید ہے کہ یہ تحفظ خوشبوئے علم رسول ﷺ عاشقانِ محبوب (ﷺ) کے لئے عشق کی چنگاری کی روشنی ہے۔

۶۔ پہلا ایڈیشن جو کہ ماہ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ بمطابق جولائی ۱۹۹۶ء تعداد ایک ہزار تھی تمام عشاق حضرات تک پہنچا دیا گیا۔ چونکہ یہ تحفہ خوشبوئے رسول ﷺ ہے اس لئے اس کی مانگ اور بڑھ گئی ہے چونکہ پہلا ایڈیشن کچھ ذرا عجلت میں پرنٹ کرایا گیا تھا اور بندہ کو تشنگی تھی کہ اسے مزید مدلل اور مفصل ہونا چاہئے اس لئے یہ سب چیزیں اس دوسرے ایڈیشن میں پوری کر دی گئیں ہیں۔ الحمدللہ اب دل کو کافی تسلی ہے کہ کوئی کمی رہ نہیں گئی۔ دوسرا ایڈیشن ماشاء اللہ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ بمطابق فروری ۱۹۹۷ء میں مکمل کر کے عشاق کے لئے حاضر خدمت ہے۔

۷۔ مجھے بہت امید ہے کہ میں اپنے مشن میں اپنے حبیب ﷺ کی طفیل اور صدقے سے آگے بڑھ رہا ہوں۔ دعا کریں کہ آقا ﷺ کی شان اقدس کو اجاگر کرنے کی سعادت جاری و ساری رہے۔ آمین

نوٹ :- مناظر حضرات سے درخواست ہے کہ جاہل کے ساتھ مناظرہ کرنے سے باز رہنے کی حدیث ہے کیونکہ وہ جہالت میں مسلسل نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوتا رہے گا۔ دوسری بات یہ ہے اگر کسی اعتراض کا جواب نہ بن سکے تو بندہ

حاضر ہے انشاء اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی طفیل اور نظر کرم کی بدولت اس کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں بتا دوں گا۔

فقط مخلص

کرنل (ر) محمد انور مدنی

(بندۂ رسول ﷺ)

AA - 22 ڈیفنس ہاؤسنگ

سوسائٹی لاہور کینٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صاحب کلی علم غیب

علم رسول ﷺ

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (۸۱/۲۴)

ترجمہ۔ اور وہ (محمد ﷺ) غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

۱۔ قرآن :- جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کہتا ہے لَا رَيْبَ فِيهِ (اس میں کوئی شک نہیں(شک کا متضاد یقین ہے۔ اس لئے اب یہ بات یقین سے منسلک ہے۔ قران کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی۔ پھر اس باطن کے سات باطن ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب (ﷺ) اور ہمارے آقا ﷺ کی شان کے بارے میں فرمایا کہ میرا محبوب (ﷺ) غیب بتانے میں بخیل نہیں ہے۔ یعنی کہ بخیل کا متضاد سخی ہوتا ہے قرآن آقا ﷺ کی شان کا قصیدہ ہے۔ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات کا بغور مطالعہ کریں تو نظر آتا ہے کہ محب اور حبیب (ﷺ) میں گفتگو ہوئی ہے۔ تقریباً دو ہزار سے زائد آیات میں اللہ تعالیٰ ہمارے آقا ﷺ سے بلاواسطہ (ڈائریکٹ) مخاطب ہے۔ ایک ہزار آیات سے زائد ایسی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے مخاطب کوئی اور ہیں مگر ذکر محبوب (ﷺ) کا ہے۔ جیسا کہ اس مضمون والی اوپر لکھی ہوئی آیت ہے۔

۲۔ علم کا لفظ :- ۸۵۵ دفعہ۔ غیب کا لفظ ۵۷ دفعہ اور خبیر کا لفظ ۴۵ دفعہ آیا ہے۔

۳۔ فرمان الٰہی ہے :- اَ کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (۳۶/۱۲ یٰس)

ب۔ کُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا (۱۷/۱۲ بنی اسرائیل)

ت۔ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (۱۶/۹ لا نحل)

ث۔ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ هُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۱۲/۱۱۱ یوسف)

۱۰۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ :- فَتَجَلّٰی لِیَ کُلَّ شَئیٍ فَعَرَفتُ

ب۔ رَائَیتُ فِی مُقَامِی ھٰذِہِ کُلَّ شَئیٍ وُعِدتُم

اللہ تعالیٰ بار بار کہے کُلَّ۔ کُلَّ۔ کُلَّ۔ کُلَّ ہمارا محبوب ﷺ کہے کُلَّ۔ کُلَّ

اللہ تعالیٰ بار بار کُلَّ شَئیٍ کہتا ہے۔ (کُلَّ شَئیٍ کا مطلب ہے "ہر چیز کا علم") لیکن یہ منافق "بعض" کا لفظ کہاں سے لے آیا۔ "بعض غیب" بعض غیب" کی رٹ لگا رہا ہے۔ گویا کہ اپنی رائے دے کر اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا رہا ہے۔ آقا ﷺ کے علم مبارک کو بعض خبیث "محدود" کہہ کر اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان سے حدود اربعہ پوچھیں تو یہ بتا نہیں سکتے۔

۱۱۔ انبیاء کا علم :- اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو علم عطا کیا۔ چند ایک مثالین سمجھنے کے لئے درج ذیل ہیں۔

(ا) حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الاَسمَاءَ کُلَّھَا

(ب) حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا اِنِّی حَفِیظٌ عَلِیمٌ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق کہا عُلِّمنَاہُ مَنطِقَ الطَّیرِ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو اتنا علم دیا جتنا کہ اس نے چاہا۔

۱۲۔ آقا ﷺ کے امیتوں کا علم :- آپ ﷺ کا فرمان ہے میری امت کے علماء بَنِیِ اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔

ا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا علم :- آپ نے وصال سے پہلے وصیت فرمائی۔ سیدہ عائشہ کو فرمایا میری جائیداد تقسیم کرتے وقت اپنی بہن کا حصہ نکالنا۔ عرض کیا میری بہن؟ آپ نے فرمایا تیری ماں حاملہ ہے اس سے بچی پیدا ہو گی۔ ایسے ہی ہوا کہ اُمِّ کلثوم پیدا ہوئیں۔ یہ علم خمسہ میں سے ہے مگر یہاں آقا ﷺ کے صحابہ بتا رہے ہیں۔

ب۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا علم :- جمعہ کے دن خطبہ دے رہے ہیں۔ لوگ بکثرت جمع ہیں۔ زور سے پکارا "یَا سَارِیَۃَ الجَبَلُ" ادھر حضرت ساریہ نے اپنے کانوں سے آپ کی آواز سنی اور فوراً ارشاد پر عمل کیا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ جب فوج واپس

آئی تو مسلمانوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں کو اس بات کی خبر ہے تو انہوں نے دن اور وقت کی اس بات کی تصدیق کی۔

ت۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا علم :- ایک شخص آپ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میں سے میرے پاس ایک شخص آتا ہے جس کی آنکھ سے زنا کے آثار نظر آتے ہیں۔

ث۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم :- آپ فرماتے ہیں قرآن کی تفسیر سورۃ فاتحہ میں ہے اور سورۃ فاتحہ کی تفسیر بسم اللہ میں ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر اس کی ب میں ہے اور اس ب کا نقطہ میں ہوں۔ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ آقا ﷺ نے مجھے علم ایسے دیا جیسے کوئی طائر اپنے بچے کو دانہ دیتا ہے۔ مجھے علم کے ہزار دروازے عطا کئے اور ہر دروازے سے ہزار دروازے نکلے مولا علی رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے اور فرمایا پوچھو (سَلُونِی) قبل اس کے تم مجھے کھو دو۔ پوچھو۔ ہوا یہ کہ جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے اور کہا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) آپ (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہے کہ پوچھو۔ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہاں۔ تو انہوں نے کہا کہ بتاؤ اس وقت جرائیل کہاں ہے۔ مولا علی (رضی اللہ عنہ) نے آسمانوں کی طرف نگاہ اٹھائی۔ پھر مشرق، مغرب، شمال، جنوب دیکھا اور فرمایا کہ نہ تو جرائیل آسمانوں پر ہے اور نہ ہی مشرق و مغرب و شمال و جنوب میں۔ پھر فرمایا تم ہی جبرئیل ہو۔

فرمان نبوی ﷺ :- اَنَا مَدِینَۃُ العِلمُ وَعَلِیَّ بَابُھَا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم عطا کرنا :- اللہ تعالیٰ کی صفات کی شان ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں اپنی یہ صفت دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی صفت کا اظہار کرتے ہیں تو دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی ہی صفت کا اظہار ہے۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔

۷۔ عشق والوں نے کہا:۔ عشاق حضرات اپنے محبوب (ﷺ) کی شان میں ہمیشہ اچھی بات کہتے ہیں اور جس بات کا پتہ نہ ہو تو سکوت اختیار کر لیتے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت ؓ نے آپ ﷺ کے وصال مبارک پر جو اشعار لکھے (سیرت ابن ہشام) فلا العلم محبوس (پس نہ آپ کا علم محدود تھا)

ا۔ حسان بن ثابت کے ماتمی اشعار:۔

تَنَاهَتْ وَصَاةُ الْمُسْلِمِيْنَ بِكَفِّهِ
فَلَا الْعِلْمُ مَحْبُوْسٌ وَلَا الرَّاىِٔ يُفْنَدُ

آپ کے دست مبارک سے مسلمانوں کی لکڑی نہایت مضبوط ہو گئی تھی۔
پس نہ آپ کا علم محدود تھا اور نہ آپ کی رائے میں کوئی نقص نکالا جا سکتا تھا۔

اَقُوْلُ وَلَا يُلْقَى لِقَوْلِيَ عَائِبٌ
مِنَ النَّاسِ اِلَا عَاذِبَ الْعَقْلُ مُبْعَدُ

میں یہ دعویٰ کر رہا ہوں اور لوگوں میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں مل سکتا جو میرے اس دعوے کو غلط ثابت کر سکے' بجز اس شخص کے جو عقل و دانش ہی سے بعید ہو۔

وَلَيْسَ هَوَاىَ نَازِعًا عَنْ ثَنَاءِهٖ
لَعَلَّىْ بِهٖ فِىْ جَنَّةِ الْخُلْدِ اَخْلُدُ

اور آپ کی یہ جو مدح و ثنائیں کر رہا ہوں' اس میں میرا نفس کسی طرح معارض نہیں' مجھے امید ہے کہ میں اپنی اس مدح و ثناء کی وجہ سے جنت الخلد میں ہمیشہ ہمیشہ رہوں گا۔

مَعَ الْمُصْطَفٰى اَرْجُوْ بِذَاكَ جِوَارَهٗ
وَفِىْ نَيْلِ ذَاكَ الْيَوْمَ اَسْعٰى وَاَجْهَدُ

میں اپنی اسی مدح و ثنا کی وجہ سے محمد مصطفیٰ ﷺ کے جوار میں ان کے ساتھ رہنے کی توقع کرتا ہوں اور یہی موقع حاصل کرنے کے لئے میں ساری سعی و کوشش اور جدوجہد کرتا ہوں۔

حضرت حسانؓ کے اشعار کو غور سے پڑھیں۔ ایک تو انہوں نے آقا ﷺ کے

علم مبارک کے محدود ہونے کی نفی کی۔ دوسری بات آپ نے جو اشعار میں کہی وہ یہ کہ اگر کوئی عقل و دانش سے بعید ہو تو وہ اس بات کو غلط ثابت کرے اور کہے کہ (نعوذ باللہ) آپ کا علم مبارک محدود ہے اور پھر اس عاشق صادق سے کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس مدح و ثناء کی وجہ سے جنت الخلد میں ہمیشہ ہمیشہ رہوں گا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ عاشقوں کے راستے پر چلو۔ جنت ملے گی جہاں محبوب ﷺ کی رفاقت ہو گی۔ اس لئے آپ ﷺ کے علم مبارک کو "محدود" کرنے جیسے الفاظ لکھ کر یا عقیدہ رکھ کر بربادی کو اپنا مقدر نہ بناؤ۔ یہ حسان بن ثابت صحابی ہیں عاشق ہیں۔ نعت خواں ہیں۔ ان سے بڑی گواہی علم مبارک کی اور کیا ہو گی۔ ایک اور عاشق جو ایمان لاتے وقت آپ ﷺ کی شان میں بولا۔

سواد بن قارب ایمان لاتے ہیں:۔ ایک دن امیر المومنین حضرت عمر ؓ بیٹھے تھے کہ ان کے پاس سے ایک شخص سواد بن قارب گزرا۔ لوگوں نے بتایا کہ اسے جنوں نے اسلام اور بعثت رسول ﷺ سے آگاہ کیا تھا۔ حضرت عمر ؓ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اسے کہا' تم کاہن ہو؟ وہ بہت غضب ناک ہوا اور کہنے لگا' آج تک یہ بات کسی نے مجھے نہیں کہی۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا' خفا نہ ہو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ حضورؐ کے ظہور کے متعلق کون سے جنوں نے اطلاع دی تھی؟ کہنے لگا' ایک دن میں نیم خوابی کے عالم میں تھا کہ ایک جن میرے پاس آیا اور مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار کر کہنے لگا' اے سواد بن قارب اٹھو اور ہوش کر کے چند ضروری باتیں سن لو۔ تمہیں پتہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ خدا کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا' چھوڑو مجھے سونے دو۔ میں کل سے سو نہیں سکا۔ دوسری رات پھر وہی شخص آیا اور جو کچھ پہلی رات کہا کہنے لگا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری رات پھر آیا مگر میں نے وعدہ کیا کہ میں صبح مدینہ جاؤں گا۔ دوسرے روز میں مدینہ کو روانہ ہو کر وہاں پہنچا تو حضورؐ صحابہ کرامؓ میں بیٹھے تھے۔ میں نے اسلام قبول کرتے ہوئے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائی جائے۔ آپ ﷺ نے مجھے وہی اشعار سنائے جو خواب میں سن چکا تھا۔ میں نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ میں بھی چند اشعار لایا ہوں میں نے پیش کیے۔

واشهد ان الله لا شئی غیره
وانک مامون علی کل غائب
وانک ادنی المرسلین وسله
الی الله وابن الاکربین الاطائب
فمرنا بما یاتیک یا خیر من مشی
وان کان فیما جاء شیب الدوائب
وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعته
سواک بمعنی عن سواد بن قارب

اس حکایت سے رسول اللہ و صحابہ کرام بہت شادمان ہوئے آقا ﷺ کا فرمانا افلحت یا سواد (سواد تو فلاح پا گیا) یہ تو آمنے سامنے کی بات ہے صحابہ کرام ابو بکرو عمرو عثمان و علی رضوان اللہ علیہم سے جب آقا ﷺ کوئی بات پوچھتے تو یہ سارے عشاق فرماتے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں کسی نے یہ جات نہ کی کہ آپ ﷺ کے علم کے پیمانے بنائے یہ سب عشاق لوگ شریعت کے عظمتوں کے مینار ہیں اور عقل کی بلندیوں پر۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عشق ہی شریعت ہے اور شریعت عشق ہے۔ شریعت پر عمل کرنے کے لئے عاشق ہونا ضروری ہے۔ عشق مصطفیٰ ﷺ کے بغیر کوئی کہے کہ وہ شریعت کا پابند ہے۔ تو اس کی عقل کا ماتم کرنا چاہئے۔ سمجھے منکر مولوی صاحب۔ شریعت کا پابند کہلوانے کے لئے عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع دل میں جلائیے۔

۸۔ علم، عقل، عشق، یقین، شریعت، معرفت اور حقیقت کیا ہیں:۔ یقین ایک منزل ہے وہاں علم اور عقل پہنچا دیتے ہیں۔ پھر عشق کا جلوہ معرفت کے سمندر میں غوطہ زن کراتا ہے۔ معرفت کا سمندر بہت گہرا ہے۔ اس کا دوسرا کنارہ اتنی دور ہے کہ اس تک پہنچنا محال ہے اسے حقیقت کہتے ہیں۔ جس کو یا تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا اللہ کا محبوب (ﷺ) اور ہمارے آقا ﷺ۔ سب سے پہلے جس منزل تک پہنچنا ہوتا ہے۔ وہ یقین کی منزل ہے اس کا تعلق دل سے ہے۔ یہاں ایمان جلوہ افروز ہوتا ہے۔ چنانچہ جب دل تمام گیارہ بیماریوں سے پاک ہوتا ہے تو پھر "یقین" کی منزل بہت قریب آجاتی ہے۔ منافقین مدینہ اسی "یقین" کی منزل تک نہ پہنچ سکے۔ کیونکہ وہ آقا

ﷺ کے علم مبارک میں نکتہ چینی کرتے تھے اور پھر انہوں نے یقین کی منزل کھو دی۔ راہ بھٹک گئے اور جہنم کو منزل بنالیا۔

حضرت غوث اعظم:۔ پیران پیر دستگیر منبر پر بیٹھ کر فرماتے۔ مجھے رب العزت کی قسم بیشک سعداء اور اشقیاء مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوح محفوظ میں دیکھتی ہے (عینی فی للوح المحفوظ میں علم الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں اگر میری زبان پر شریعت کی رکاوٹ کی لگام نہ ہو تو میں ان سب چیزوں کی خبر دے دوں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے اور رکھتے ہو۔ تم سب حضرات میرے سامنے شیشے کی بوتلوں کی طرح ہو جن کے ظاہر اور باطن .سب کچھ نظر آتے ہیں اگر میرا مرید مغرب میں ہو اور اس کا ستر کھل جائے تو میں مشرق میں ہوں تو میں اس کے ستر کی پردہ پوشی کرتا ہوں پھر فرمایا۔ اے میرے مرید دشمن سے خوف نہ کر اس لئے کہ میں ہی اس کے مقابلہ کے لئے کافی ہوں۔

ح۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا علم:۔ امام راغب اصفہانی نے مشاہدہ بیان فرمایا۔ آقا ﷺ کے ساتھ حضرت موسیٰؑ ہیں اور آپ کے اس فرمان کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ پھر کوئی ایسا امتی دکھائیے۔ آقا ﷺ نے حضرت امام غزالیؒ کی روح کو حاضر کرکے فرمایا۔ اے موسیٰؑ اس سے بات چیت کر لو۔ حضرت موسیٰؑ نے آپ کا نام پوچھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں محمد بن محمد بن محمد بن احمد غزالی ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا میں نے صرف تمہارا نام پوچھا مگر تم نے تو اپنا شجرہ نسب بتا دیا۔ اس پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپؑ سے بھی اللہ تعالیٰ نے پوچھا تھا کہ اے موسیٰؑ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپؑ نے کہا یہ میرا عصا ہے۔ اس سے میں بکریاں ہانکتا ہوں۔ درختوں کے پتے گراتا ہوں اور اس سے ٹیک لگاتا ہوں۔ آپ صرف یہ کہتے کہ یہ میرا عصا ہے یہ بات سن کر آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور چھڑی مبارک سے امام غزالی کی ایڑی پر پیار سے ٹھوکا دیا۔ جس کا نشان امام غزالی کی پیدائش کے وقت ایڑھی پر تھا۔۔۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آقا ﷺ کا امتی عالم ارواح میں ہے اور علم رکھتا ہے ان باتوں کا جو اس کی پیدائش سے

پہلے ہو چکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کی گفتگو کو جانتا ہے۔ تو پھر آقا ﷺ کے علم مبارک کا کیا اندازہ؟

خ۔ عشق والا براق :- چالیس ہزار سال سے عشق میں روتا ہے کہ کب محمد ﷺ آئیں گے اور سواری کریں گے۔

د۔ غار ثور کا عاشق سانپ :- روایت کے مطابق چھ سو سال پہلے اسے علم ہوا کہ کہ کی غار ثور میں آپ ﷺ آئیں گے۔ پھر وہ عاشق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مکہ کا راستہ پوچھتے جاتا ہے اور غار ثور میں پہنچ کر محبوب ﷺ کا انتظار کرتا ہے۔ یہ ہیں عشق کی داستانیں۔ عاشقوں کو علم سے مطلع کر دیا جاتا ہے۔

علم والے

اُوتو العِلم۔ قرآن حکیم میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے پاس علم ہے تو وہ اوتو العلم کہلائے۔

(ا) اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا العِلم من قبلہ (۱۷/۱۰۷ بنی اسرائیل)

ترجمہ۔ بیشک جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا۔

(ب) وَلِیَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ (۲۲/۵۴ الحج)

ترجمہ۔ اور اس لئے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا ہے۔

(ت) بَلۡ ہُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیۡ صُدُوۡرِ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ (۲۹/۴۹ العنکبوت)

ترجمہ۔ بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا

(ث) وَیَرَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ الَّذِیۡۤ (۳۴/۶ سبا)

ترجمہ۔ اور جنہیں علم ملا وہ جانتے ہیں۔

(ج) قَالُوۡا لِلَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ (۴۷/۱۶ محمد)

ترجمہ۔ علم والوں سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا فرمایا یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی۔

(ح) وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ (۵۸/۱۱ المجادلہ)

ترجمہ۔ جن کو علم دیا گیا اور جسے بلند فرمائے گا۔

قیامت کے دن علم والے بولیں گے :-

(ا) ثُمَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یُخۡزِیۡہِمۡ وَیَقُوۡلُ اَیۡنَ شُرَکَآءِیَ الَّذِیۡنَ کُنۡتُمۡ تُشَآقُّوۡنَ فِیۡہِمۡ ؕ قَالَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اِنَّ الۡخِزۡیَ الۡیَوۡمَ وَالسُّوۡٓءَ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ (۱۶/۲۷)

ترجمہ۔ پھر قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں تم جھگڑتے تھے۔ علم والے (انبیا علماء) کہیں گے

آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

(ب) وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فَھٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ (۳۰/۵۶)

ترجمہ۔ اور بولے وہ جن کو علم اور ایمان ملا بیشک تم رہے اللہ کے لکھے ہوئے میں اٹھنے کے دن تک تو یہ ہے وہ دن اٹھنے کا۔

مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ کفار کے اس انکار پر کہ تم رسول نہیں (کفار نے کہا۔ لَسْتَ مُرْسَلاً) آپ ﷺ یہ کہیں۔

(ا) قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًاۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ (۱۳/۴۳ الرعد)

ترجمہ۔ تم فرماؤ اللہ گواہ ہے مجھ میں اور تجھ میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

(ب) قَالَ الَّذِیْنَ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ (۲۷/۴۰ النمل) (آصف بن برخیا بولا)

ترجمہ۔ اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔

(ت) قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْہِمْ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط (۲/۲۴۷) (طالوت کو)

ترجمہ۔ فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم میں اور جسم میں کشادگی دی۔

(ث) اُولُو الْعِلْمِ :- شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ط (۳/۱۸)

ترجمہ۔ اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے انصاف سے قائم ہو کر۔

الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ

لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ (۴/۱۶۲) ہاں جو ان میں علم میں پکے اور ایمان والے ہیں ایمان لاتے ہیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا۔

ذُوْ عِلْمٍ :- وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ (۱۲/۶۸) اور بیشک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے ہوئے۔

ذِیْ عِلْمٍ :- وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ (۱۲/۷۶) اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔

عِلْمٍ عِنْدِیْ :- قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ (۲۸/۷۸ القصص) بولا یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔

حضرت سلیمان مسکرا کر ہنسا :- فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِهَا (۲۷/۱۹) میلوں دور چیونٹی کی آواز سن کر

خلاصہ :- اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اولیاء کرام کو علوم عطا کئے اور سب سے زیادہ علوم یعنی تمام علوم اپنے حبیب ﷺ کو عطا کئے۔

عقل اور شریعت

عقل کی تخلیق :- جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اسے فرمایا پیچھے ہٹ جا پیچھے ہٹ گیا پھر فرمایا آگے ہو جا تو وہ آگے ہو گیا۔ پھر فرمایا میں نے اپنے نزدیک تیرے سے بڑھ کر کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی۔ تیری وجہ سے میری عبادت ہو گی۔ تیری وجہ سے کسی کو دوں گا اور تیری وجہ سے کسی کو پکڑوں گا۔ (روح البیان سورہ طور۔ حدیث پاک) عقل نور کا وہ حصہ ہے جو کہ قلم' لوح' عرش' حاملین عرش' کرسی' فرشتے' آسمان' زمین' جنت دوزخ' مومنوں کی آنکھ کا نور' دلوں کا نور' انس و محبت کا نور' سورج' چاند' ستارے کی تخلیق کے بعد نور کے چوتھے حصے سے عقل' علم حلم اور عصمت و توفیق پیدا فرمائی۔

عقل۔ قرآن میں ذکر :- قرآن حکیم میں عقل کا لفظ ۴۹ دفعہ آیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے:

ا۔ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ ۲/۱۶۴' ۱۳/۴' ۱۶/۱۲۔۶۷' ۲۹/۳۵' ۳۰/۲۴۔۲۸' ۴۵/۵

ب۔ لَا یَعْقِلُوْنَ۔ ۲/۱۷۰۔۱۷۱' ۵/۵۸۔۱۰۳' ۸/۲۲' ۱۰/۴۲۔۱۰۰' ۲۹/۶۳' ۳۹/۴۳' ۴۹/۴' ۵۹/۱۴

ت۔ یَعْقِلُوْنَ۔ ۲۲/۴۶' ۳۵/۴۴' ۳۶/۶۸

ث۔ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ۲/۷۳۔۲۴۲' ۶/۱۵۱' ۱۲/۲' ۲۴/۶۱' ۴۰/۶۷' ۴۳/۳' ۵۷/۱۷

ج۔ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ۳/۱۱۸' ۲۶/۲۸

ح۔ مَاعَقَلُوْهُ ۲/۷۵

خ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ ۲/۴۴۔۷۶' ۳/۶۵' ۶/۳۲' ۷/۱۶۹' ۱۰/۱۶' ۱۱/۵۱' ۱۲/۱۰۹' ۲۱/۱۰' ۲۱/۶۷' ۲۳/۸۰' ۲۸/۶۰' ۳۷/۱۳۸

د۔ اَفَلَمْ تَکُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ۔ ۳۶/۶۲

ذ۔ لَوْ نَعْقِلُ۔ ۶۷/۱۰

ر۔ یَعْقِلُهَا۔ ۲۹/۴۳

عقل کا دائرہ :- انسان کو شریعت کا پابند بنانے کے لئے اس کے گرد عقل کا دائرہ کھینچ

دیا۔ عقل دے کر اختیار بھی دے دیا چاہے اچھا راستہ اپناؤ اور چاہے دوسرا راستہ۔ اور اسی وجہ سے قیامت کی دن حساب کتاب ہونا ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ پس ہم تمہیں بتا دیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ معلوم ہو کہ عمل کے پیچھے عقل کارفرما ہے بس یہی سمجھنے والی بات ہے۔

عقل اور کفار مکہ:- کفار مکہ جاہلیت اور گمراہی کے اندھیروں میں گرے پڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی راہبری کے لئے رحمتہ اللعالمین رؤف الرحیم ﷺ کو بھیجا تاکہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔ کفار مکہ نے اس دعوت حق کو ٹھکرایا اور پھر اس کے ٹھکرانے کا اقرار بھی کیا۔ کہتے تھے۔ اِن كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا (۲۵/۴۲) قریب تھا کہ ہم اس (دعوت حق) کی وجہ سے اپنے معبودوں (باطل) سے بہک جاتے اگر ہم اپنی ہٹ دھرمی پر جمے نہ رہتے۔ بتوں کی پوجا کو اپنا وطیرہ بنایا۔ اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے ہوئے پتھر کے بت لکڑی کے بت اور آٹے کے بت بنا کر ان کی پوجا کرتے بلکہ جب بھوک لگتی تو ان آٹے کے بتوں کو پانی ڈال کر گوند لیتے اور روٹی پکا کر کھا لیتے۔ بت ہی کم عقل تھے۔ پیغام حق میں بتایا گیا تھا کہ اللہ صرف ایک ہے اس کی ہی بندگی کرو۔ اس پر ابو جہل نے کہا أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (۳۸/۵ ص) اتنے معبودوں کو اس نے ایک معبود بنایا۔ یہ تو عجیب بات ہے۔

عقل اور کفار مکہ:- ان میں عقل کے مطابق کام نہ کرنے کی ضد تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ بدعقیدہ تھے۔ اگر عقل سے کام لیتے۔ آقا ﷺ کی دعوت حق سنتے تو پھر وہ اس بدعقیدگی اور اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف نہ آجاتے۔

فرمان مصطفیٰ ﷺ:- دعوت حق کے اعلان سے پہلے حکمت الٰہی یہ تھی کہ آقا ﷺ اسی معاشرے میں چالیس سال گزاریں۔ یہ لوگ آپ ﷺ کے کردار، عادات، خلق، سچائی اور دیانت دیکھیں اور اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہیں میں سے (مِنْ أَنفُسِكُمْ) ایک رسول تمہاری طرف آیا ہے (اور پھر وہ کسی مدرسے کا پڑھا ہوا نہ ہو تاکہ ان کو کوئی اعتراض نہ مل جائے کہ جی یہ تو فلاں جگہ سے آئے ہیں۔

فلاں مدرسے سے پڑھ کر جو آئے ہیں وہ ہمیں منظور نہیں وغیرہ وغیرہ) یہ حکمت تھی کہ جب آپ ﷺ نے ان میں چالیس سال گزارے۔ تو ان کفار نے "صادق" اور "امین" کے خطابات دیئے لیکن وہ دعوت حق کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی بجائے ضد سے ٹھکرا دیتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۱۰/۱۶ یونس) ترجمہ۔ تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ چنانچہ بات کا لب لباب ایک نکتے پر ختم ہوا اور وہ ہے "عقل"۔

قیامت کے دن:- جب پوری انسانیت حشر کے روز اکٹھے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدم کی اولاد میں نے نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اس کی پیروی نہ کرنا۔ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ (۳۶/۶۲ یس) کیا تم کو عقل نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو شیطان کی گمراہی کے پھندے میں پھنس گئے کو یاد دلائے گا کہ اگر "عقل" سے کام لیتے تو پھر شیطان کے جال میں نہ پھنستے۔

دوزخیوں کی ندامت:- دوزخی جب پھینکے جائیں گے۔ تو داروغہ جہنم ان سے پوچھے گا کہ کیا تمہیں کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا۔ بولیں گے آیا تھا مگر ہم نے اس کا مذاق اڑایا۔ پھر جب دوزخ میں پھینکے جائیں گے تو ان کے منہ سے ندامت کے مارے نکلے گا۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ (۶۷/۱۰ الملک) اگر ہم سنتے یا "عقل" کی ہوتی تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔ یہاں پھر "عقل" یاد آئی جس کا انہوں نے اقرار کیا۔

اللہ تعالیٰ کا جواب:- کفار مکہ آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ چھوڑتے جسمانی اور ذہنی ایذائیں پہنچانا ان کا وطیرہ تھا۔ کبھی شاعر کہتے کبھی کاہن کہتے اور کبھی مجنوں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا (سورہ طور ۵۲/۳۲) اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو' نہ مجنوں یا یہ کہتے ہیں شاعر ہے۔ ہمیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے تم فرماؤ انتظار کئے جاؤ۔ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔ کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں۔ (أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا)

یہاں بھی بات "عقل" کی ہوئی۔

وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ :- ۲۹/۴۳ العنکبوت۔ اور نہیں سمجھتے مگر علم والے۔
اس کا مطلب یہ ہوا کہ علم والے ہونا کا پیمانہ "عقل" ہے۔ عقل کے بغیر کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا کی۔ اور دو راستے بتا کر کہا کہ عقل کو استعمال کرو گے تو یقیناً اچھا راستہ کی راہنمائی کرے گی۔ اور عقل کو پیچھے پھینک دو گے تو پھر بھٹک جاؤ گے۔ بڑے بڑے صرف اس وجہ سے بہک گئے کہ وہ عقل کی راہ اپنانے کی بجائے اپنی ضد پر ڈٹے رہتے چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ شریعت عقل کے دائرے کے اندر ہے۔

دوسرا باب

شرک

شرک کا معنی :- لغت میں شرک کے معنی "حصہ" کے ہیں۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ مختلف اشکال میں ۱۶۸ دفعہ آیا ہے۔ ان تمام آیات کے شان نزول اور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام کی تمام آیات کفار مکہ کے جھوٹے معبودوں کے متعلق ہیں کفار مکہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے جھوٹے معبودوں کی بھی عبادت کیا کرتے تھے اپنے بتوں کی رکوع، سجود اور پرستش کرتے تھے اس طرح وہ ان معبودوں (بتوں) کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر لیتے تھے۔ خود کفار نے مانا (مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفا) ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ یہ اللہ کے قریب کر دیں۔ ذرا غور کریں تو یہ کفار مکہ کا اقرار ہے عبادت کرنے کا۔ اس سے بڑی اور دلیل کیا ہو گی۔ اس طرح کفار مکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس میں=ذات اقدس کی بندگی میں ان بتوں کو حصہ دار بنا کر شرک کے مرتکب ہوتے تھے۔ ایسا کرنا شرک کہلاتا ہے۔

الوہیت کیا ہے :- صرف اور صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہر قسم کی عبادت اور پرستش جس کے آگے سر جھکایا جائے اور جس کے آگے سجدہ کیا جائے۔ اس کو الوہیت کہتے ہیں جب کچھ بھی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ اور جب مخلوق بنی تو بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ اپنی ذات میں یکتا ہے۔ کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے سے اس کی ذات اقدس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ اس کی وحدانیت ہے۔ یہی الوہیت ہے اور اس کا نام توحید ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت کے متعلق کہتا ہے

قرآنِ حکیم میں مندرجہ ذیل ارشادات ہیں۔

ا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (۱۶/۲ النحل) ترجمہ۔ نہیں کوئی الہ (معبود) مگر میں تو مجھ سے ڈرو۔

ب۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (۲۰/۱۴ طٰہٰ) بیشک میں ہی ہوں اللہ۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو میری بندگی کرو۔

ت۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (۲۱/۲۵ الانبیاء) نہیں کوئی الہ (معبود) مگر میں۔ تو مجھ ہی کو پوجو۔

ث۔ اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (۲۷/۹ النمل) بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا۔

ج۔ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (۲۸/۳۰ القصص) بیشک میں ہی اللہ۔ رب سارے جہانوں کا۔

تشریح:- ان آیات کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے الہ (معبود) کی نفی کی ہے اور فرمایا ہے کہ میں اللہ ہوں اور میری بندگی کرو اور مجھ ہی کو پوجو۔ چنانچہ جھوٹے الہ (بت) جو کفار نے پوجا کے لئے بنائے تھے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے مرتکب ہوتے تھے ان سب بتوں کی نفی ہو گئی۔

پورا قرآن جس کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہیں۔ میں کہیں بھی کسی صفت کی نفی نہیں کی گئی مطلب یہ کہ کہیں بھی لا کریم الا انا۔ یا لا رحیم الا انا وغیرہ نہیں آیا جس سے کوئی شبہ ہوتا کہ صفات کی بھی نفی ہوئی ہے۔ بس یہی بات ہے سمجھ کی۔ اور یہی ایک بہت ہی باریک لکیر ہے جو شرک اور توحید کے درمیان فرق کرنے کی۔ قرآن کے مطالعہ کے بغیر شرک شرک کی رٹ لگانا جہالت ہے اور جاہلوں سے دور ہونے کا حکم ہے (وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ)

اللہ تعالیٰ اپنے شریکوں کے متعلق خود بتاتا ہے

سب سے آسان بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ قرآن میں اپنے شریکوں کا ذکر کیا ہے۔ کا ہی مطالعہ کیا جائے کہ وہ کون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے "میرے شریک" کہہ کر بیان کیا۔ قرآن حکیم کے ایک ظاہری معنی اور سات باطنی معنی ہیں۔ مگر لوگ قرآن کا مطالعہ کئے بغیر ہی شرک کے فتوے نکانے شروع کر دیتے ہیں اور یہی ان کی جہالت کی نشانی ہے۔ (ویسے اپنے ناموں کے ساتھ بڑے خود ساختہ القابات لگائے ہوتے ہیں)

ا۔ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُخْزِیْهِمْ وَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِیْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ (۱۶/۲۷ النحل)

ترجمہ۔ پھر قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں تم جھگڑتے تھے (مسلمانوں سے) علم والے کہیں گے آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

ب۔ وَیَوْمَ یَقُوْلُ نَادُوْا شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمْ مَّوْبِقًا (۱۸/۵۲ کہف)

ترجمہ۔ جس دن فرمائے گا کہ پکارو میرے شریکوں کو جو تم گمان کرتے تھے تو انہیں پکاریں گے وہ انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کا میدان کر دیں گے۔

ت۔ (اس سے پہلی آیت کا ترجمہ)۔ نہ میں نے آسمانوں کو بناتے وقت انہیں سامنے بٹھا لیا تھا نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ میری شان کہ گمراہ کرنے والوں کو بازو بناؤں ۱۸/۵۱ آیہ کا ربط بتا رہا ہے کہ یہ کفار مکہ کے بتوں کی بات ہے)

ث۔ وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ○ (۲۸/۶۲-۷۴ القصص)

ترجمہ۔ اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم گمان کرتے تھے۔

ج۔ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَاءِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ۝ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِن قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ۝

(۴۸/۴۱ حم السجدہ)

ترجمہ۔ اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک۔ کہیں (مشرکین) گے ہم تجھ سے کہہ چکے کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں (مشرکین عذاب دیکھ کر اپنے بتوں سے بری ہونے کا اظہار کریں گے) اور گم گیا ان سے جسے پہلے پوجتے تھے (دنیا میں یعنی بت)

تشریح :- مندرجہ بالا پانچ آیات میں غور کریں تو صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریکوں کا ذکر کر رہا ہے اور وہ ہیں "بت" جنہیں کفار مکہ الہ (جھوٹے) کے طور پر پوجتے تھے یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی "الوہیت" میں ان بتوں کو شریک کرتے تھے۔ غور کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہتا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم میری صفات کے حامل ہونے کے ناطے مانتے تھے۔ بلکہ بار بار پوجنے کی ہی بات ہو رہی ہے۔ اس لئے اب تو صاف سمجھ میں آگیا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک بت ہیں جن کی پوجا کی جائے اللہ سمجھ کر۔

نتیجہ :- اہل علم کے لئے بڑی آسان فہم بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شریک جھوٹے معبودوں (بتوں) کو پوجنے سے ہوتا ہے۔ نہ کہ صفات کے حامل ہونے سے۔ اوپر دی ہوئی سورہ النحل کی آیت میں تو اہل علم کا ذکر ہے (قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ اہل علم کہیں گے)۔ علم کی صفت کے حامل تو سامنے ہوں گے پھر صفات کے حامل ہونے سے تو شرک نہ ہو گا۔ کتنی بڑی بڑی دلیلیں قرآن دیتا ہے۔ مگر جاہل مولوی سمجھتا ہی نہیں۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ صفات سے شرک نہیں ہوتا۔ بلکہ شرک صرف اور صرف "الوہیت" میں کسی جھوٹے معبود کو شریک کرنے سے ہوتا ہے۔

صفات الٰہی

صفات الٰہی کے حامل ہونے سے شرک نہیں ہوتا

صفت کے معنی :- صفت (Attribute Quality) اس وصف کو کہتے ہیں جو کسی ہستی کی پہچان ہو اور اس کے کردار و سیرت کی آئینہ دار ہو۔ جیسے کسی کا اچھا ہونا یا برا ہونا اس کی صفت ہے کسی کا عالم ہونا یا جاہل ہونا اس کی صفت ہے۔ کسی کا باکمال ہونا یا بیکار ہونا اس کی صفت ہے۔ کسی کا دلیر ہونا یا بزدل ہونا بھی ایک صفت ہے۔ کسی کا خوبصورت ہونا یا بدشکل ہونا بھی صفت کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہوتے ہیں۔ اور ان تمام صفات کا مرکز یعنی کہ تمام اوصاف سمٹ کر ایک ہستی میں مرکوز ہو جاتے ہیں وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک۔ صفات کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ کائنات کا نظام ایک قاعدے کے تحت رواں دواں رہے۔ فلاں نے مصیبت میں صبر کیا فلاں بہت بڑا عالم ہے۔ فلاں کا کام بھلائی ہی کرنا ہے۔ یہ سب اوصاف پہچان بن گئے۔

قرآن میں صفات کی نفی نہیں :- چونکہ یہاں یہ بات شرک کے حوالے سے کی جا رہی ہے اس لئے قرآن و حدیث کی طرف دیکھنا ہو گا۔ قرآن میں تو کہیں بھی صفات کی نفی نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ لا کریم الا انا۔ لا رحیم الا انا۔ لا نور الا انا۔ لا روف الا انا جتنے بھی اوصاف ہیں کسی ایک کی بھی نفی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کی عطا کے متعلق بتایا ہے۔ انسان کے متعلق (سورہ دہر) فرمایا فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ میں نے انسان کو سمیع اور بصیر بنایا۔ اللہ تعالیٰ تو خود بھی سمیع ہے اور بصیر ہے۔ چنانچہ ان اوصاف کو عطا کر دیا تاکہ نظام کائنات چلے۔

صفات الٰہی کے حامل انسان

ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے صفات عطا کیں۔ مگر انسانوں میں سب سے بہترین گروہ انبیاء کا ہے۔ چنانچہ بہترین لوگوں کو سب سے زیادہ صفات عطا کیں۔ گویا کہ ان صفات کے عطا کرنے کے بعد انھیں اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ اور اسی نسبت سے انبیاء کے گروہ کے سردار، حاکم (محمد ﷺ) کو ایسی ایسی اپنی صفات عطا کیں کہ اپنی صفات کے ساتھ ساتھ اپنی ربوبیت کا بھی مظہر بنا دیا۔ کیونکہ حاکم اور سردار بلند مرتبے کی وجہ سے بلند ترین صفات کا حامل ہونا بھی ضروری ہے اور عین عقل کے مطابق ہے۔ چونکہ آقا ﷺ تمام انبیاء کے حاکم ہیں۔ بادشاہ ہیں اس لئے آپ ﷺ کی طفیل اللہ تعالیٰ کے دوستوں (اولیاء) کو بھی بڑی بڑی اور بہت صفات عطا ہوئیں۔

حدیث قدسی :- جب میں بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں۔ اور یاد رہے کہ بندہ اللہ کا محبوب کب اور کیسے بنتا ہے۔ قرآن پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شرط رکھی ہے وہ یہ کہ میرے محبوب (ﷺ) کی پیروی کرو۔ یہ محبت سے ہوتی ہے۔ محبت نہ ہو تو پیروی نہیں کر سکتے۔

صفات الٰہی کے حامل انسان حضرات (غیر اللہ)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں :- قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں قصیدہ ہے۔ عالموں کے لئے شریعت کی کتاب ہے اور مومنوں کے لئے ضابطہ حیات ہے۔ یہ کلام شروع ہوتا ہے الحمدللہ رب العالمین○ اب ان تمام تعریفوں میں ان گنت صفات آجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفات اپنے بہترین گروہ انسانیت حضرات انبیاء کو عطا کیں۔ کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ۔ اس گروہ کا سردار جس کا نام گرامی محمد (ﷺ) ہے کو سب سے زیادہ صفات عطا کیں۔ چند ایک انبیاء کی صفات کا ذکر آئے گا۔ سب سے پہلے انبیاء کے سردار اس کائنات کے حاکم سے شروع کرتے ہیں۔

ا۔ کریمیّت، رؤفیّت، رحیمیّت، رحمت :- اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی شان کا مظہر ہیں اور وہ اپنے بندوں اور دیگر مخلوق کے لئے کریم ہے۔ رؤف ہے۔ رحیم ہے اور رحمت ہے۔ بلکہ اللہ کا فرمان ہے "رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہیں) ایک اور جگہ فرمایا۔ میری رحمت میرے غضب کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اسی طرح فرمایا میں کریم ہوں کرم کرتا ہوں۔ قرآن بھی کریم ہے اور پھر فرمایا میں رؤف ہوں اور رحیم ہوں۔ اب یہ صفات تو ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا بھی مظہر ہیں۔ چنانچہ سب سے زیادہ تعریف کئے گئے (محمد) جو کہ محبوب ﷺ بھی ہے کو یہ صفات عطا کر کے اپنی ذات کا مظہر بنا دیا۔ پھر فرمایا لَوْ لَاکَ لَمَا اَظہرۃ الرّبوبیہ اے حبیب تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا۔

(۱) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ :- اے محبوب ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا یہ کتنے جہاں ہیں۔ سنا ہے اٹھارہ ہزار ہیں۔ یہ کس نے بتایا۔ یہ "صاحب کلی علم غیب" نے بتایا۔ آپ ﷺ اٹھارہ ہزار جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ اتنے ہی جہانوں کے لئے رب ہیں۔ جہاں تو برابر ہیں۔ گویا کہ جہاں جہاں اللہ کی ربوبیت وہیں وہیں محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحمت۔ جہاں برابر ہونے کے ناطے تو پھر شرک ہونا چاہئے۔ مگر نہیں یہ عطا ہے اور عطا کے بعد شرک نہیں ہوتا۔

(۲) اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ :- بیشک یہ عزت والے (کرم کرنے والے) رسول کا قول ہے یہ قرآن کے متعلق ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کے لب مبارک سے جو الفاظ نکلے وہ قرآن بن گئے۔ حدیث بن گئے۔ شریعت بن گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے متعلق فرماتا ہے (انفطار ٦) يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ○ اے انسان تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے رب کریم کے بارے میں چنانچہ کریمیت مشترک ہو گئی۔ اور چونکہ یہ صفت محبوب ﷺ کو عطا ہوئی اس لئے شرک نہیں۔

(۳) بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ :- محمد ﷺ مومنین کے ساتھ شفقت فرمانے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔ یہ صفات بھی ذات الٰہی کا مظہر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا' اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۲/۱۴۳) بیشک اللہ انسانوں پر شفیق اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ شفقت اور رحمت اللہ تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ میں مشترک ہیں۔ اسی زاویہ دیکھنا ہے کہ کیا پھر یہ شرک ہے۔ نہیں وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور ہمارے آقا ﷺ کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور یہ صفات عطا کر دیں۔ اسی مختصر تعارف کے بعد دوسری صفات کا ذکر بھی آئے گا جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا کیں۔ وہ ان گنت ہیں اور ان سے شرک نہیں ہوتا کیونکہ شرک صرف اور صرف "الوہیت" میں ہوتا ہے۔

۔ (ب) خالقیتؐ :- تخلیق کرنا یا پیدا کرنے کی صفت کو خالقیت کہتے ہیں۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کا صفاتی نام بھی "خالق" ہے یعنی پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (۲/۲۹) وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی تخلیق کی۔ اب یہ صفت اس نے اپنے انبیاء کرام کو بھی عطا کیں۔ بلکہ ایک نبی کا معجزہ قرار پایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳/۴۹ ال عمران) میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے (کوڑھی) کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ اس کے علاوہ آقا ﷺ کے امتی اولیائے کرام نے بھی اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا۔ کیا یہ شرک ہے۔ نہیں

(ت) يُحْيِيْتُ :- اوپر والی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے پرندوں کو بنا کر پھونک مار کر اڑا دیتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ باذن اللہ (اللہ کے حکم سے) چنانچہ جب حکم الٰہی سے یہ عطا ہوئی تو پھر یہ شرک نہیں رہتا اور ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت کو بھی قرآن میں بیان کیا ہے۔ "كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○ (۲/۲۸) بھلا تم کیونکر خدا کے منکر ہو گے حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں جلایا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے۔ اب دیکھا جائے تو زندہ کرنے کی صفات اللہ میں بھی اور اس کے بندے بھی۔

ث۔ مُمِیْت :- اوپر والی آیت میں ذکر ہوا اللہ تعالیٰ موت دیتا ہے (ثُمَّ يُمِيتُكُمْ) ظاہر ہے وہ خالق ہے اس نے پیدا کیا تو اس کے قانون کے مطابق ہر ایک نے واپس اسی کی طرف جانا ہے اس لئے موت برحق ہے۔ جیسے فرمایا كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ○ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے یہ صفت فرشتہ اجل حضرت عزرائیل علیہ السلام کو عطا کی ہے (السجدة ۳۲/۱۱) قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ○ ترجمہ۔ تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔ موت دینا یا وفات کا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے اور یہ اس نظام کائنات کا ایک حصہ ہے جس کے قانون کے تحت یہ چل رہا ہے۔ اور یہ صفت ایسی صفت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے ساتھ متصف ہے۔ مگر اس نظام کو چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے مقرب فرشتے کو عطا کر دی ہے جو آن کی آن میں تمام کائنات میں جہاں کسی کو موت دینی ہوتی ہے پہنچ جاتا ہے۔ چونکہ یہ عطائی صفت ہے اس لئے اس سے شرک نہیں ہوتا۔

ج۔ عفو :- یہ صفت بھی بہت اعلیٰ ہے۔ عفو کے معنی معاف کر دینا (Pardon) کے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔ قرآن کہتا ہے ان اللہ کان عفوا غفورا○ بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے (۴/۴۴) یہ صفت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے مظہر ہمارے آقا ﷺ کو عطا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے مخاطب ہوا۔ اے حبیب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔ (۷/۱۹۹) خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ○۔ معاف کرنے کی صفت بھی اس کائنات کے حاکم (ﷺ) کی ہے اور احکم الحاکمین کی ہے۔

ح۔ ملوکیت :- اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں ملوکیت بھی ایک صفت ہے عرف عام میں ہم سب "مالک" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے بھئی اللہ مالک ہے وغیرہ وغیرہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کی بہت آیات ہیں چنانچہ اس ضمن میں ایک آیت پیش خدمت ہے۔ (سورۃ ال عمران ۳/۲۶) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ..... یوں عرض کرا اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے ملک دے۔ اور جس سے چاہے ملک چھین لے۔ اللہ تعالیٰ تو ہے ہی مالک بلکہ مالک الملک ہے۔ لیکن اس نے اس صفت کو اپنے انبیاء کرام کو بھی عطا کیا۔ بنی اسرائیل کے انبیاء میں نبی بھی تھے اور سلطنت کے بادشاہ بھی۔ ان کا ذکر قرآن میں یوں ہے اور جب موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے۔ اے میری قوم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔ کہ تم سے پیغمبر ہوئے اور تمہیں بادشاہ بنایا (۵/۲۰ المائدہ۔ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا.....) حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا (۳۸/۲۰ ص) وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ○ اور ہم نے اس کے ملک کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا۔ (حضرت سلیمان، حضرت داؤد کا جانشین تھا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو بڑا ملک دیا۔ (۴/۵۴ النساء) تو ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا چنانچہ معلوم ہوا کہ "ملوکیت" کی صفت دینے سے شرک نہیں ہوتا۔ (ملوکیت بھی گئی)

(خ) رُبُوبِیّت :- اللہ تعالیٰ کو بھی "رب" کہتے ہیں یہ اس کی صفت ہے۔ اس کے لغوی معنی بہت ہیں جب یہ اللہ تعالیٰ کے لئے آئے تو اس کے معنی تربیت کرنے والے' پالنے والے' پرورش کرنے والے اور اس کے ساتھ ساتھ اور معانی کہ بالادست ہونا لوگوں پر۔ مالک ہونا' انتظام کرنا بھی ہیں۔ چنانچہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اظہار ایسے فرمایا کہ رب العالمین ویسے ہی دنیا میں جن بادشاہوں کو عطا کئے۔ لوگوں پر ان کی بالادستی فرمائی۔ انگریزی میں وہ بھی Lord یا Master کہلاتے ہیں۔ سورۂ یوسف میں مذکور ہے کہ ان کے ساتھ قید خانہ میں دو ساتھی تھے جن کو انہوں نے خواب کی تعبیریں بتائیں۔ پھر ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا اس سے کہا اپنے رب (بادشاہ) کے ساتھ میرا ذکر کرنا (اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ) چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت بھی اسنے غیر اللہ کو عطا کر دی کیا یہ شرک ہے نہیں۔

(د) عِلْمِیّت :- علم الٰہی بھی ایک بہت بڑی صفت ہے جو عموماً اللہ تعالیٰ سے ساتھ ہی مختص ہے چونکہ وہ اس کائنات کا خالق ہے اس لئے اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اب چونکہ یہ کائنات ایسے ویسے تو نہ بنائی۔ اس لئے اپنے خاص گروہ انسان انبیاء کرام کو جتنا چاہا علم عطا کر دیا انبیاء کرام کے گروہ کے سردار اور بادشاہ کو "کلی علم" عطا کر دیا اور قرآن میں بڑے واضح طور پر فرمایا۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (۸۱/۲۴ التکویر) اور وہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں یعنی کہ غیب بتانے میں وہ (ﷺ) سخی ہیں اور سخی وہ ہوتا ہے جس کے پاس بہت کچھ ہوتا ہے دوسرے انبیاء کرام کو بھی جتنا چاہا علم عطا کیا۔ آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۲/۳۱) یوسف علیہ السلام نے تو خود فرمایا اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ (۱۲/۵۰) داؤد و سلیمان علیہما السلام کے متعلق فرمایا وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۝ (۲۷/۱۵ النمل) اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا۔ تو قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصیت دوسرے (غیر اللہ) کو ہی عطا کی اور ان میں سرفہرست انبیاء کرام ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ صفت غیر اللہ میں پائی جائے تو اس سے شرک نہیں ہوتا۔

صفات	محب جل جلالہ (رب العالمین)	محبوب ﷺ (رحمۃ للعالمین)
۱۔ معلم	الرحمٰن ۝ علم القرآن ۝ ۵۵/۱،۲	یعلمھم الکتب والحکمۃ ۲/۱۲۹
۲۔ تزکیہ	ولکن اللہ یزکی من یشاء ۲۴/۲۱	ویزکیھم ۲/۱۲۹
۳۔ نور	اللہ نور السموت ۲۴/۳۵	قدجاءکم من اللہ نور ۵/۱۵
۴۔ راضی ہونا	واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ۹/۶۲	واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ۹/۶۲ (محبوب راضی تو پھر محب راضی)
۵۔ کریم	یایھا الناس ماغرک بربک الکریم ۸۲/۶	انہ لقول رسول کریم ۶۹/۴۰
۶۔ رؤف	اللہ بالناس رؤف الرحیم ۲	بالمومنین رؤف الرحیم ۹/۱۲۸
۷۔ رحیم	اللہ بالناس رؤف الرحیم ۲	بالمومنین رؤف الرحیم ۹/۱۲۸
۸۔ ہادی	یھدی من یشاء الی صراط المستقیم ۲/۲۱۳	وانک لتھدی الی صراط مستقیم ۴۲/۵۲
۹۔ ولی	اللہ ولی الذین امنوا ۲/۲۵۷	انما ولیکم اللہ ورسولہ ۵/۵۶
۱۰۔ عزت	فان العزۃ للہ جمیعا ۴/۱۳۹	وللہ العزۃ ولرسولہ ۶۳/۸
۱۱۔ اندھیروں سے نکالنا	لیخرجھم من الظلمت الی النور ۲۳/۲۱	لتخرج الناس من الظلمت الی النور ۱۴/۱
۱۲۔ انعام کرنا	انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ ۳۳/۲	جس پر اللہ نے انعام کیا تو نے انعام لیا ۳۳/۳۷
۱۳۔ اطاعت	اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول	من یطع الرسول فقد اطاع اللہ
۱۴۔ حلال کرنا	ما احل اللہ لکم ۵/۸۷	یحل لھم الطیبت ۷/۱۵۷
۱۵۔ حرام کرنا	ما حرم اللہ ورسولہ ۹/۲۹	ویحرم علیھم الخبئث ۷/۱۵۷
۱۶۔ امر معروف	ان اللہ یامر بالعدل ۱۶/۹۰	یامرھم بالمعروف ۷/۱۵۷
۱۷۔ نہی عن المنکر	وینھی عن الفحشاء والمنکر ۱۶/۹۰	وینھٰھم عن المنکر ۷/۱۵۷
۱۸۔ واعظ	یعظکم لعلکم تذکرون ۱۶/۹۰	قل انما اعظکم بواحدۃ ۳۴/۴۶
۱۹۔ غنی کرنا	وما نقموا الا ان اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ ۹/۷۴	
۲۰۔ عطا کرنا	مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۝	
۲۱۔ فضل کرنا	ولو انھم رضوا ما اتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ ۹/۵۹	
۲۲۔ حکیم	ان اللہ عزیز حکیم ۴/۲۲۰	یعلمھم الکتب والحکمۃ ۲/۱۲۹

اللہ اور رسول ـــ ساتھ ساتھ ذکر

تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ (فرمان الٰہی)

۱۔ اطاعت :- اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (۲۲ دفعہ) ۳/۳۲-۱۳۲، ۴/۱۳-۵۹-۶۹-۸۰، ۵/۹۲، ۸/۱-۲۰-۴۶، ۹/۷۱، ۲۴/۵۲-۵۴-۵۶، ۳۳/۳۳-۶۶-۷۱، ۴۷/۳۳، ۴۸/۱۷، ۴۹/۱۴، ۵۸/۱۳، ۶۴/۱۲

۲۔ ایمان:- امنوا باللہ ورسولہ (۲۰ دفعہ) ۳/۱۷۰، ۴/۱۳۶-۱۵۶-۱۷۱، ۵/۸۱، ۷/۱۵۸، ۲۴/۴۷-۶۲، ۴۸/۹، ۴۸/۱۳، ۴۹/۱۵، ۵۷/۷-۸-۱۹-۲۱-۲۸، ۵۸/۴، ۶۴/۸، ۶۱/۱۱

۳۔ کفر:- کفروا باللہ ورسولہ (۵ دفعہ) ۳/۱۰۱، ۴/۱۵، ۹/۵۴-۸۰-۸۴

۴۔ مخالفت :- یحادو اللہ ورسولہ (۶ دفعہ) ۹/۶۳، ۸/۱۳، ۵۹/۴، ۵۸/۵-۲۰-۲۲

۵۔ ایذا دینا:- یوذون اللہ ورسولہ (۲ دفعہ) ۹/۶۱، ۳۳/۵۷

۶۔ نافرمانی:- یعص اللہ ورسولہ (۳ دفعہ) ۴/۱۴، ۳۳/۳۶، ۷۲/۲۳

۷۔ جنگ :- حارب اللہ ورسولہ (۳ دفعہ) ۲/۲۷۹، ۵/۳۳، ۹/۱۰۷

۸۔ دغا کرنا:- لا تخونوا اللہ ورسولہ ۸/۲۷

۹۔ جھوٹ بولنا:- کذبو اللہ ورسولہ ۹/۹۰

۱۰۔ حرام کیا:- حرم اللہ ورسولہ ۹/۲۹

۱۱۔ استہزا کرنا:- اباللہ وایتہ ورسولہ کنتم تستھزون ۹/۶۵

۱۲۔ استغفار:- فاستغفر واللہ واستغفر لھم الرسول ۴/۶۴

۱۳۔ طرف:- مہاجرا الی اللہ ورسولہ ۴/۱۰۰

۱۴۔ محبت :- احب الیکم من اللہ ورسولہ ۹/۲۴

۱۵۔ عطا:- ما اتٰھم اللہ ورسولہ

۱۶۔ فضل:- سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ ۹/۵۹

۱۷۔ راضی:- واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ۹/۶۲

۱۸۔ غنی:- اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ ۹/۷۴

۱۹۔ دیکھنا:- فسیری اللہ عملکم ورسولہ ۹/۹۴، ۹/۱۰۵

۲۰۔ عزت:- واللہ العزہ ولرسولہ ۶۳/۸

۲۱۔ دوستی:- انما ولیکم اللہ ورسولہ ۵/۵۵-۵۶

۲۲۔ وعدہ:- وعدنا اللہ ورسولہ ۳۳/۱۲-۲۲

۲۳۔ سچ:- صدق اللہ ورسولہ ۳۳/۲۲، ۴۸/۲۷

۲۴۔ فرماں بردار:- للہ ورسولہ ۳۳/۳۱

۲۵۔ حکم:- قضی اللہ ورسولہ ۳۳/۳۶

۲۶۔ تقدم:- یدی اللہ ورسولہ ۴۹/۱

۲۷۔ غنیمت:- للہ وللرسول ۸/۱-۴۱، ۵۹/۷

۲۸۔ مدد:- ینصرون اللہ ورسولہ ۵۹/۸

۲۹۔ رسول اللہ:- رسول من عنداللہ ۲/۱۰۱، ۶۳/۱، ۹۸/۲

۳۰۔ بلایا جانا:- استجابو اللہ والرسول ۳/۱۷۲، ۸/۲۴، ۲۴/۴۸، ۲۴/۵۱

۳۱۔ برات:- براۃ من اللہ ورسولہ ۹/۱

۳۲۔ عہد:- عنداللہ وعند رسولہ ۹/۷

شرک

شارکھم ۱۷/۶۴
اشرکنا ۶/۱۴۸
اشرکتمون ۱۴/۲۲
اشرک ۷/۱۷۳
اشرکت ۳۹/۶۵
اشرکتم ۶/۸۱
یشرکن ۶۰/۱۴
اشرکہ ۲۰/۳۲
یشرککم ۳۵/۱۴
شریک ۶/۱۶۳، ۱۷/۱۱۱، ۲۵/۲
شرکاء ھم ۱۶/۸۶
شرکاء و کم ۶/۲۲، ۱۰/۲۸
شرکاؤنا ۱۶/۸۶
شرکاؤھم ۶/۱۳۷، ۱۰/۲۸
لشرکائنا ۶/۱۳۶
مشرک ۲/۲۲۱، ۲۴/۳
مشرکۃ ۲/۲۲۱، ۲۴/۳
المشرکات ۲/۲۲۱، ۳۳/۷۳، ۴۸/۶
مشرکون ۳۳/۷، ۳۹/۳، ۴۳/۳
ٹوٹل ۱۶۸ (168) دفعہ

رفِ آخر

۱۔ اس کتاب میں شرک کے معنی' توحید کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے شریکوں کے متعلق کیا کہا بلکہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مشرکین کو کہے گا کہ کہاں ہیں وہ میرے شریک جن کے بارے میں تم مسلمانوں سے جھگڑتے تھے تو اہل علم کہیں گے آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے (۲۷/۱۶) چنانچہ اس آیہ سے اہل علم کا موجود ہونا (وہ انسان ہوں گے)۔ پھر صفات الٰہی کے حامل انسانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جس میں کریمیت' رحیمیت' رؤفیت' رحمت' خالقیت' محییت' ممیت' ملوکیت' ربوبیت' عفو اور علیمیت۔ یہ سب صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو عطا کیں۔

۲۔ **جو چیز عطا کر دی جائے اس سے پھر شرک نہیں ہوتا:۔** جو بات سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ وہ کونسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی رسول کو عطا نہیں کی اور جس میں اگر کوئی کسی کو شریک کرنا چاہے تو وہ شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے اور مشرک کہلاتا ہے۔ تو وہ ہے "الوہیت" یعنی کہ سجود رکوع' پرستش عبادت صرف اور صرف ذات الٰہی نے اپنے لئے رکھی ہے۔ اس لئے خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شرک ہوتا ہے۔ صفات کے حامل ہونے میں شرک نہیں۔ کاش مولوی صاحب تمہارا مقیاس ذہانت اتنا بلند ہو کہ تم عقل کی کم از کم اوسط درجے کی حدوں تک پہنچ سکو اور پھر یہ بات سمجھ سکو۔ مگر جب محبوب خدا ﷺ کی ذات اقدس' کمالات' جمالات' معجزات اور صفات میں نکتہ چینی ہی کرنا زندگی کا نصب العین ہو تو پھر عقل ماری جاتی ہے۔ حالانکہ شریعت عقل کے دائرے کے اندر ہے۔ آقا ﷺ نے کفار کو فرمایا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تمہیں عقل نہیں) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے آدم کی اولاد۔ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (کیا تمہیں عقل نہ تھی) اور جہنمی جب دوزخ میں پھینکے جائیں گے تو کہیں گے۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ (اگر عقل کی ہوتی)۔

۴۔ **ایک ہی راستہ:۔** اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ توبہ کریں۔ صاحب قرآن کا

اتباع کریں پھر قرآن و احادیث بھی سمجھ آجائیں گے۔ اللہ کی طرف صرف ایک ہی راستہ ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (۱۲/۱۰۸) آپ فرما دیں یہ میری (محمد) کی راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں (بصیرت) رکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب محمد ﷺ کے راستے پر چلیں گے تو بصیرت ملے گی۔ جب بصیرت ملے گی تو خود بخود عقل آجائے گی۔ اور شریعت پر چلنا نصیب ہو جائے گا۔ اور دوبارہ عرض ہے کہ بصیرت صرف اور صرف در مصطفیٰ سے ہی ملے گی۔ کاش کہ تیری سمجھ میں آجائے میری بات۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور بِاِذْنِ اللّٰهِ - غَيْرُ اللّٰه

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے معنی:- اس کے معنی "اللہ کے سوا" یہ لفظ قرآن پاک میں ۱۴۴ دفعہ آیا ہے۔ تمام کی تمام آیات ان بتوں کے متعلق ہیں جن کو کفار مکہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے کیونکہ وہ انہیں (الٰہ) معبود سمجھتے تھے۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں ان بتوں کو شریک کر کے شرک کے مرتکب ہوتے تھے۔ چند ایک آیات کی مثالیں درج ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ا۔ بت بولیں گے۔:- وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ (۲۵/۱۷ الفرقان)

ترجمہ۔ اور جس دن اکٹھا کرے گا انہیں اور جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ پھر ان معبودوں سے فرمائے گا کیا تم نے گمراہ کر دیئے یہ میرے بندے یا یہ خود ہی راہ بھولے۔ بت عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائیں۔ اس آیہ میں بتوں سے خطاب ہوا اور وہ "من دون اللہ" ہوئے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ۔ کیا اس گمان میں ہو۔ کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے۔ اور اللہ اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

چنانچہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) اللہ۔ رسول اور مومنین کے علاوہ ہیں۔

ت۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ (۴۶/۵ الاحقاف)

ترجمہ۔ اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک

اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر نہ ہو اور جب لوگوں کا حشر ہو گا ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہو جائیں گے۔ اس آیہ سے بھی معلوم ہوا کہ "مِن دُون اللہ" سے مراد وہ بت ہیں جو قیامت کو مکر جائیں گے۔

خلاصہ :- جتنی بھی آیات جن میں لفظ "مِنۡ دُون اللہ" آیا ہے ان کی تعداد ۱۴۴ ہے تمام کی تمام آیات میں "اللہ کے سوا" سے مراد بت ہیں۔ اوپر تین مثالیں دی گئی ہیں جن میں صاف ظاہر ہے کہ "مِن دون اللہ" قیامت کے دن بولیں گے۔ اللہ تعالیٰ بتوں کو قوت گویائی عطا کر دے گا اور پھر وہ بتائیں گے کہ انہوں نے انسانوں کو گمراہ نہیں کیا تھا اور وہ ان کی پوجا کے منکر ہو جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے تو انسانوں کو پوجنے کو نہ کہا تھا۔

غلط فہمی دُور ہونی چاہیئے :- جاہل اور ان پڑھ لوگ "مِنۡ دُوۡنِ اللہ" یعنی اللہ کے سوا کے معنوں میں انبیاء اولیاء لے آتے ہیں۔ یہ جہالت، کم علمی اور بصیرت کی کمی ہے رسول اور مومنین کے متعلق سورۃ توبہ کی آیت ۱۶ (جو اوپر بیان ہوئی ہے) میں یہ صاف طور پر بیان ہے کہ ان کے علاوہ "مِن دون اللہ" ہیں۔ اور ظاہر ہے وہ بت ہیں اگر پھر بھی کوئی جاہل ضد کرے تو سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا باغی ہے کیونکہ وہ اللہ کے قرآن کی آیتوں میں ٹیڑھا چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے باغی کی سزا قتل ہے۔

غیر اللہ کے معنی :- اللہ کے سوا کسی اور کو اللہ مان کر اس کی پوجا کی جائے یہ لفظ قرآن میں ۱۷ دفعہ آیا ہے اور ہر جگہ اس سے مراد جھوٹے الہ ہیں۔

(۱) قرآن کہتا ہے۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۝ (۴/۸۲ نساء) ترجمہ۔ تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں۔ اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ اس آیہ میں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی مثال دے کر سمجھایا ہے کہ یہ میرا کلام ہے۔ اگر کسی اور الہ (جھوٹے) کا ہوتا تو ضرور اختلاف پاتے۔

(۲) قرآن کہتا ہے۔ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ (۶/۴۶ الانعام) اللہ کے علاوہ کون اور اللہ ہے؟

(۳) قرآن کہتا ہے۔ (قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا (۷/۱۴۰) کہا کیا اللہ کے سوا تمہارا

اور اللہ تلاش کروں۔

(۴) قرآن کہتا ہے۔ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (۱۷۳/۲ البقرہ) اور وہ جانور جو اللہ کے نام کے علاوہ ذبح کیا گیا ہو۔

تشریح :- جانور پر جب اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کا نام لیا جائے جیسا کہ کفار مکہ اپنے بتوں کے نام لے کر ان کو ذبح کرتے تھے وہ حرام ہے۔ لیکن مسلمان تو اللہ ہی کا نام لیتے ہیں۔ جانور پر چھری پھیرتے وقت بسم اللہ۔ اللہ اکبر کہتے ہیں (کوئی بھی مسلمان کسی جھوٹے الہ (بت) وغیرہ کا نام نہیں لیتا باقی جانور کی عیدالاضحیٰ پر قربانی کی جاتی ہے۔ عقیقہ اور ولیمہ اور صدقہ وغیرہ کے لئے بھی قربان کیا جاتا ہے تو سب پر اللہ ہی کا نام لیا جاتا ہے۔ اس آیہ کی مفہوم کے مخاطب کفار مکہ ہیں نہ کہ آج کے مسلمان جیسا کہ جاہل اجڈ سمجھتا ہے۔

باذن اللہ :- اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اذن کے معنی حکم کے ہیں اور یہ لفظ قرآن میں ۸۲ دفعہ مختلف سورتوں میں آیا ہے ہر چیز کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کی عطا کے بغیر کوئی ایک ذرہ کا ایک قطرہ کا مالک نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بعض بندوں کو اپنی چیزوں کا مالک بنایا ہے۔ بعض بندوں کو انبیاء اور اولیاء کرام کو "اپنے حکم" سے معجزات و کرامات عطا کیں ہیں۔ چونکہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت چلتی ہے۔ اس لئے جن انبیاء و اولیاء نے جو معجزات و کرامات کیں وہ اللہ ہی کے حکم سے تھیں۔

باذن اللہ کے بعد شرک ختم ہو جاتا ہے :- یہ بات سمجھنا بہت آسان ہے۔ جب حکم الٰہی سے جو بھی کام ہو تو وہ پھر شرک کے دائرے میں نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم میں بہت مثالیں ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مار کر "اڑ اللہ کے حکم سے" کہتے تو اس میں جان پڑتی اور پرندہ اڑ جاتا یہ سورہ ال عمران کی آیہ ۳/۴۹ میں ہے۔ تمام مولوی حضرات جانتے ہیں۔ یہ "خالقیت" کی عطائے الٰہی ہے۔

(۲) پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کرتے کہتے ہیں "اُحۡيِ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِ اللّٰهِ

یہ بحیثیت کی عطا ہے۔

(۳) انبیاء اور اولیاء کرام کے معجزات و کرامات "اللہ تعالیٰ کے حکم" سے ہوتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہی ہے۔ اس لئے یہ شرک کے ذمرے میں نہیں آتا۔ ہاں اگر کوئی الوہیت کا دعویٰ کرے اور پھر کہے کہ یہ سب میرے حکم سے ہوتا ہے تو وہ مشرک ہے اور شرک کا ارتکاب کر رہا ہے انبیاء' اولیاء کرام نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔

حقیقت اور معرفت

ا۔ حقیقت کیا ہے:- حقیقت تو یہ ہے کہ آقا ﷺ کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آپ ﷺ کا فرمان یَا اَبَا بَکْر لَمْ یَعْلَمْنِیْ حَقِیْقَۃً غَیْرُ رَبِّیْ۔ فَاعْرِفْ ذَالِکَ ترجمہ۔ میری حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اے ابوبکر (ؓ) تو اچھی طرح جان لے۔ امت میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا مرتبہ اور مقام کیا ہے۔ لیکن یہاں بات ہے محبوب ﷺ کی حقیقت کی۔ ابوبکر صدیق (ؓ) وہ ہستی ہیں جن کے متعلق آقا ﷺ کا فرمان ہے کہ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ وَلٰکِنْ اَخِیْ وَصَاحِبِیْ۔ ترجمہ۔ اگر میں رب کے علاوہ کسی اور کو دوست بناتا تو وہ ابوبکر (ؓ) ہوتا مگر وہ میرا دینی بھائی اور ساتھی ہے۔ (بخاری) محب اور محبوب (ؓ) کی دوستی اور پھر اس کی حقیقت کوئی ان کے سوا نہیں جانتا۔ دینی بھائی سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا کر ٹاٹ کا لباس پہن کر کیکر کے درخت کے کانٹے اتار کر بٹن کی جگہ لگا کر حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے لئے صرف اللہ اور رسول (ﷺ) کافی ہیں تو دوست کی دوستی کی حقیقت کیا ہوگی۔

ب۔ معرفت کا سمندر:- معرفت کے سمندر کا اس طرف کا کنارہ یقین کی منزل ہے یہاں علم' عقل' عشق پہنچاتے ہیں ان سب کو ملائیں تو اسے شریعت کہتے ہیں۔ معرفت کے سمندر میں جب عاشق غوطہ زن ہوتا ہے تو اسرار و رموز کے موتی چنتا ہے۔ اسے معرفت کہتے ہیں۔ معرفت کا دوسرا کنارہ حقیقت ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔

ت۔ شانِ محبوبیت:- ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا اللہ کا حبیب (ﷺ) ہوں اور اس پر مجھے فخر نہیں بات علم علم مبارک کی ہو رہی ہے۔ محبوب ﷺ کے فرمان مبارک کو جاننے کے بعد پھر عقل کی کسوٹی پر دیکھیں گے کہ علم مبارک کی کوئی حد ہے۔ یقیناً کوئی حد نہیں۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ آگے آئیں گے۔

ا۔ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ (بیشک میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں

دیکھتے اور میں جو سنتا ہوں تم نہیں سنتے) یہ ارشاد مبارک سننے والے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہیں جن کی نظر ہزاروں میل تک دیکھتی تھی اور ادھر کی آواز سنتی بھی تھی۔

ث۔ دیکھنے کی حد (Range):- عام انسان کی دیکھنے کی حد کافی ہے۔ اُفُقُ الْمبین (جہاں زمین و آسمان ملتے نظر آتے ہیں) تک تو دیکھ ہی سکتا ہے۔ سورج، چاند، ستاروں کو لاکھوں میل دور دیکھ سکتا ہے مگر ایک حد پر آکر آگے کچھ نظر نہیں آتا۔ اگر بیچ میں رکاوٹ ہو تو پھر دیکھنے کی حد کم ہو جاتی ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ هٰذَا۔ قیامت تک ہونے والے واقعات میں ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو۔ قربان جاؤں اس ہتھیلی پر۔ ہمارے محبوب (ﷺ) کا ہاتھ تو اللہ کا ہاتھ ہے۔ جنگ خندق ہو رہی ہے اور سعد بن معاذ تیر کھا کر شہید ہو گئے ہیں۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ رحمٰن کا عرش ہل گیا ہے۔ اِهْتَزَّ الْعَرْشُ الرَّحْمٰنِ آسمانوں کے دروازے کھل گئے ہیں اور ستر ہزار ملائکہ زمین پر آئے ہیں جو پہلے کبھی نہ آئے تھے رحمٰن کا عرش کیوں ہل گیا۔ بلکہ جھوم گیا۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ وہ سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کی خبر آسمانوں اور ملائکہ کو بتانے کے لئے۔ گویا کہ عرش رحمٰن بھی ہتھیلی پہ۔ عرش کو جھومتا دیکھا۔ آسمانوں کے دروازوں کو کھلتے دیکھا۔ فرشتوں کی تعداد کا علم۔ اور یہ بھی علم کہ وہ پہلے کبھی زمین پر نہ آئے تھے یعنی ایک ایک فرشتے کی حرکات و سکنات کا علم۔ عرش کے ہلنے کی وجہ کا علم۔ کوئی حد ہے آپ ﷺ کی نظر مبارک کی۔ یہ دوسرے جہانوں کی باتیں ہیں (ملائکہ مقرب اور نبی مرسل کی حد سدرۃ المنتہی ہے)

ج۔ عالم برزخ کا مشاہدہ:- صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ساتھ ہیں، قبرستان سے گزر ہوتا ہے، عالم برزخ میں، دوسروں کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے فرمایا ان میں سے ایک پیشاب کے چھینٹے سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا ماں کا نافرمان تھا۔ اس عالم خلق میں خود ہیں اور دیکھتے عالم برزخ میں ہیں۔ اور عذاب کی وجہ کا بھی علم ہے۔ جنگ احد کے شہید حضرت عبداللہ بن حنظلہ (رضی اللہ عنہ) (جنابت کی حالت میں نکلے تھے) کو دیکھا کہ ملائکہ انہیں غسل دے رہے ہیں۔ (اسی لئے غَسِیْلُ الْملائکہ کہلائے) عامر بن فہیرہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام) شہید ہوئے۔ جسم نہ ملا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو ملائکہ اٹھا کر

لے گئے۔

ح۔ سننے کی حد (Range):- عام انسانوں کے سننے کی حد دیکھیں جنتی جنت کے اعلیٰ ترین درجے عِلِّیِّیْن میں ہو گا اور دوزخی دوزخ کے نیچے سِجِّیْن میں ہو گا۔ کروڑوں اربوں میل کا فاصلہ ہو گا۔ کوئی فون وغیرہ نہیں۔ آپس میں گفتگو کریں گے۔ دوزخی دور سے پانی اور رزق مانگے گا۔ جنتی سنیں گے تب ہی تو جواب دیں گے کہ یہ دونوں چیزیں کفار پر حرام ہیں۔ جنتی۔دوزخیوں سے پوچھیں گے تم دوزخ میں کیوں آئے۔ دوزخی بولیں گے ہم مسکین کو کھانا نہ کھلاتے اور نماز نہ پڑھتے تھے اور یہ تو عام انسانوں کی حد ہے آقا ﷺ کے سننے کی حد کا تو کسی انسان کو پتہ ہی نہیں۔

خ۔ آقا ﷺ کی سننے کی حد:- ایک مختصر سی مثال ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اقلام تقریر کی آوازیں سنتا تھا۔ حالانکہ میں ماں کے پیٹ میں تھا۔ زمین پر بیٹھے ہوئے عرش کے ہلنے کی آواز سنتا۔ آسمانوں کے دروازے کھلنے کی آواز سنتا۔ فرشتوں کے اترنے کی آواز سنتا۔ صرف اور صرف حاکم کائنات کی ہی شان ہے۔

() لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا

(اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو ہنستے کم اور روتے بہت زیادہ) یہ ارشاد مبارک کے سننے والے بھی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) و عمر (رضی اللہ عنہ)، عثمان (رضی اللہ عنہ) و علی (رضی اللہ عنہ) جیسے بلند مرتبہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

شب معراج:- جو محب اور محبوب (ﷺ) میں گفتگو ہوئی۔ جو علم عطا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے امت کی شکایات کیں ان علوم کا جاننا صرف اور صرف ہمارے آقا ﷺ کی ہی شان ہے۔

محب کی محبوب سے شکایتیں (شب معراج):- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا وہ سربمہر باتیں کیا تھیں؟ فرمایا: میرے امیوں کی شکایات تھی۔ فرمایا: پہلا: اے محمد ﷺ! میں خود بندوں کے رزق کا ضامن ہوں اور آپ کی امت میری ضمانت پر اعتماد نہیں کرتی اور نارسیدہ غم کو اپنے دل پر مسلط کر لیتی ہے، جو غم ابھی آیا ہی نہیں اس کا غم کھانا انسان کے غم آنے سے پہلے ہی

غمزدہ کر دیتا ہے۔

ہماں بہتر کہ بافردا گزارم کار فردا را

دوسری :- یہ کہ میں نے بہشت کو آپ اور آپ کے دوستوں کے لئے پیدا کیا ہے، لیکن آپ کے امتی بہشت سے رغبت نہیں کرتے یعنی اعمال خیر میں کوتاہی کرتے ہیں۔

تیسری :- یہ کہ دوزخ کو میں نے آپ کے دشمنوں کے لئے پیدا کیا ہے لیکن آپ کے امتی اس میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض میری نافرمانی کی جرات کر بیٹھے ہیں۔

چوتھی :- بات یہ کہ میرے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اور میرے بندوں کے ساتھ صلح یعنی تنہائی میں گناہ کرتے ہیں اور مجھ سے شرم نہیں کرتے اور لوگوں کے سامنے ارتکاب گناہ سے پرہیز کرتے اور ان کی ملامت سے خوف کھاتے ہیں۔

پانچویں :- یہ کہ میرا ان سے کل یعنی آئندہ کے اعمال کا مطالبہ نہیں ہوتا مگر وہ مجھ سے ہفتہ، مہینہ اور سال کی روزی طلب کرتے ہیں۔

چھٹی :- بات یہ ہے کہ میں ان کی روزی ان کے سوا کسی اور کو نہیں دیتا لیکن وہ میری عبادت کو دوسروں کے سپرد کرتے ہیں یعنی ان کی عبادت میں ریا کاری ہوتی ہے۔ دوسروں کو اس میں شریک کر لیتے ہیں، عزت و ذلت میرے اختیار میں ہے، وہ غیروں سے اپنی امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں اور غیروں سے ڈرتے ہیں۔ فرشتے ہر وقت ان کے برے اعمال میرے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ میں فرشتوں کے سامنے ان کی شکایت نہیں کرتا اور میں اگر کچھ تکلیف مصیبت ان کو پہنچاؤں تو وہ لوگوں کے سامنے میری شکایت کرتے ہیں اور کفران نعمت اور ناشکری کرتے ہیں۔

۳۔ اِنِّی لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ :- ترجمہ۔ بیشک میں ضرور اس کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر دوزخ سے نکلے گا۔ دوزخ میں ایک ایسا شخص ہو گا جو پروردگار سے عرض کرے گا کہ مجھے دوزخ کے دروازے تک کر دے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا اس کے بعد

کوئی بات نہ کہنا۔ وہ شخص کہے گا اچھا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا اسے دوزخ کے دروازے کے قریب کر دیں گے۔ پھر وہ شخص دوبارہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ یا اللہ مجھے دوزخ کے دروازے میں کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آدمؑ کی اولاد تو کتنا وعدہ خلاف ہے۔ یہ شخص کہے گا یا اللہ اس کے بعد اور کچھ نہ کہوں گا۔ پھر فرشتے بحکم الٰہی دروازے کے بیچ کر دیں گے۔ اس کے بعد وہ شخص کہے گا یا اللہ مجھے دوزخ کے دروازے کے باہر کر دے۔ اللہ تعالیٰ پھر کہے گا۔ اے آدمؑ کی اولاد تو بڑا وعدہ خلاف ہے۔ بار بار وعدہ خلافی کرتا ہے۔ یہ شخص کہے گا کہ یا اللہ پاک اب اس کے بعد اور بات نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ پھر فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کو دوزخ کے دروازے کے باہر کر دے۔ وہ کر دیں گے۔ اس شخص کے متعلق آقا ﷺ نے فرمایا میں اس کو بھی جانتا ہوں کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے دوزخ میں گیا۔

۴۔ فرمان مصطفیٰ :- لِیْ وَقْتٌ مَعَ اللّٰهِ لَا یُطْلِعُ عَلَیْهِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ (ترجمہ) میرا ایک وقت اللہ کے ساتھ ہے جس پر کوئی مقرب فرشتہ نہ نبی رسول مطلع ہے۔ (روح البیان)

مقرب فرشتے اور نبی رسول کی حد سدرۃ المنتہی ہے۔ اس کے آگے نہ زماں ہے نہ مکان ہے۔ ہمارے آقا ﷺ ایک وقت اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں (حالانکہ اللہ کہتا ہے میں صابروں کے ساتھ ہوں۔) بدر کے لئے جاتے ہوئے فرشتوں کو کہا اِنِّی مَعَکُمْ عالم ارواح میں انبیاء سے عہد لینے کے بعد محبوب (ﷺ) کی رسالت کے لئے کہا کہ سب گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ (اَنَا مَعَکُمْ) گواہوں سے ہوں اللہ ہر ایک کے ساتھ مگر محبوب (ﷺ) اللہ کے ساتھ۔ یہ ہے شان محبوب (ﷺ) (محب کے ہاں نہ زماں نہ مکاں) پھر باقی کونسا علم رہ گیا جو ہمارے آقا ﷺ کو (نعوذ باللہ) پتہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تو پتہ بتا دیا کیا کوئی اور اللہ ہے۔ جس کا ہمیں پتہ نہیں بتایا گیا۔ نہیں کوئی اور اللہ نہیں ہے۔

D۵ اَتَانِیْ اللَّیْلَةَ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ تا آخر حدیث :- ایک رات میرا رب میرے پاس آیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں بھی اپنے رب کے ساتھ احسن

صورت میں تھا۔ فرمایا اے محمد (ﷺ) میں نے عرض کیا مولا میں حاضر ہوں۔ فرمایا مقرب فرشتے کس میں جھگڑتے ہیں۔ میں نے کہا مجھے خبر نہیں (تو بہتر جانتا ہے) یہ تین بار فرمایا۔ آپ (ﷺ) فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست رحمت میرے کندھوں کے بیچ رکھا حتیٰ کہ میں نے اس سے خوشی اور شادمانی کا اثر اپنے سینے میں محسوس کیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ (ﷺ) کو علم ہے کہ فرشتے کیا کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رب وہ کفارات کے متعلق باتیں کرتے ہیں۔ پوچھا کفارات کیا ہیں۔ میں نے عرض کیا موسم سرما میں اچھی طرح وضو کرنا۔ اور عضو تک اچھی طرح پانی پہنچانا۔ دوم باجماعت نماز ادا کرنا تیسرا ہر نماز ادا کرنے کے بعد اگلی نماز کا انتظار کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا۔ اے فرشتو! تمہیں مشکل کشا مل گیا جو بھی مشکل سوال ہے آپ ﷺ سے پوچھو۔ حضرت اسرافیل حاضر ہوئے پوچھا یا محمد ما الکفارات۔ آپ (ﷺ) نے بتا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صدقت یا محمد۔ پھر حضرت جبرائیلؑ حاضر ہوئے پوچھا یا محمد ما المنجیات۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا پوشیدہ اور اعلانیہ خدا سے ڈرنا۔ فقیری اور تونگری میں میانہ روی اور ناراضگی اور خوشی میں انصاف کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا صدقت یا محمد۔ پھر حضرت میکائیلؑ حاضر ہوئے اور پوچھا یا محمد (ﷺ) ماالدرجات آپ ﷺ نے فرمایا بھوکے کو کھانا کھلانا۔ سلام کرنا' رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صدقت یا محمد۔ اس کے بعد حضرت عزرائیلؑ حاضر ہوئے پوچھا یا محمد ما المھلکات (بندوں کو ہلاک کرنے والی) آپ (ﷺ) نے فرمایا یعنی وہ بخیل جس کی لوگ اطاعت کریں جو کچھ بخیل انہیں کہتے ہیں اس پر عمل کریں۔ نفسانی خواہش کی پیروی کرنا اور خود کو نیک سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا صدقت یا محمد (یہ مقرب فرشتے چار ہزار سال سے بحث کر رہے تھے مگر انہیں جواب نہیں مل رہا تھا۔) آپ (ﷺ) کا انتظار اللہ تعالیٰ نے کروایا۔ کہ محبوب آئے کیونکہ یہ حاکم کائنات کا کام ہے کہ اپنے مطیع مخلوق کے جھگڑے نپٹائے۔

۹ اِنَّ رَبِّیْ اِسْتَشَارَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مَاذَا اَفْعَلُ بِھِمْ :- ترجمہ۔ بیشک میرے رب نے میری امت کے متعلق مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں۔ میں نے عرض کیا اے پروردگار وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر

دوبارہ حضور نے فرمایا میں نے وہی کہا پھر فرمایا اے محمد میں تجھے تیری امت کے حق میں اداس نہ کروں گا اور مجھے خوشخبری دی کہ سب سے پہلے آپ کے ستر ہزار امتی جنت میں داخل ہوں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار (طفیلی) اور ان سے کوئی حساب نہ لیا جائے گا۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۹۳)

خلاصہ :- ہے ناں حاکم کائنات۔ احکم الحاکمین نے حاکم کائنات سے مشورہ کر کے فیصلہ فرمایا۔

۷ کِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ فِیْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ :- اور دوسری کتاب میں اسماء اھل النار۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو یہ کیا کتابیں ہیں۔ صحابہ کرام بولے یا رسول اللہ ﷺ آپ کے بتائے بغیر نہیں جانتے (کتنے پکے مومن تھے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ داہنے ہاتھ والی کتاب میں تمام جنتیوں کے نام ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک ٹوٹل ہے اور بائیں ہاتھ والی کتاب میں دوزخیوں کے نام۔ ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام پھر آخر تک ٹوٹل ہیں۔

خلاصہ :- ہے نا حاکم کائنات جس کے علم مبارک میں ہے کہ یہ انسان اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخ اور اچھے اعمال کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔ یہ ہوتی ہے حاکم کی شان۔

۸ اَللّٰهُ مُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ :- آپ (ﷺ) کا فرمان ہے اللہ عطا کرتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔ اس میں علم بھی شامل ہے۔ اور جیسا کہ آیت مبارکہ کے مطابق آپ (ﷺ) غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں اس لئے ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ بہت بڑے سخی ہیں اور علم بھی سب چیزوں کے ساتھ آپ ﷺ کے در سے ملے گا قاسم کے در سے ہی سب کچھ ملتا ہے۔ یہ اللہ کا سسٹم ہے۔ انسان کے دفتر میں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بندہ یہ کہے کہ میں اس مخصوص کھڑکی سے نہ لوں گا بلکہ دفتر کے اندر جا کر مطلوبہ چیز لاؤں گا۔ اور پھر وہ ایسا کر لیتا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ انسان کے دفتر میں کرپشن (خرابی' بگاڑ) ہے۔ بنائے ہوئے سسٹم کو توڑا گیا مگر اللہ تعالیٰ کے دفتر میں کرپشن نہیں

ہے۔ وہاں فطرت کے خلاف بات نہیں ہوتی۔ یہی فرق بندے اور اللہ کے دفتر کے درمیان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب (قاسم) کے علاوہ اس کی رضا کے بغیر دے دے تو پھر بندے اور اللہ کے سسٹم میں کیا فرق رہ گیا۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ عطا کرتا ہے اتنا ہی گویا کہ پورا پورا آپ ﷺ بانٹتے ہیں۔ عطا اور بانٹ برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہلوایا کہ میں تو سو فیصد عطا کرتا ہوں اور تم کچھ فیصد بانٹو نہیں یہ محبوبیت ہے سب کچھ محبوب ﷺ کے در سے دلوانا ہے جو کہ حاکم کائنات کی شان کے شایاں ہے۔

نتیجہ یہ ہے نال حاکم کائنات۔ احکم الحاکمین عطا کرے اور حاکم کائنات بانٹے۔

شان محبوب ﷺ

(ا) اے حبیب (ﷺ) اگر تو نہ ہوتا:۔ یہاں محب کی باتیں کرتے ہیں پھر محبوب (ﷺ) کی باتیں ہوں گی۔

(ا) محب کہتا ہے لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃ اے محبوب (ﷺ) تو نہ ہوتا تو یہ کائنات نہ ہوتی۔ اے محبوب (ﷺ) تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ کرتا۔

(۲) ذکر محبوب (ﷺ):۔ میرے ذکر کے ساتھ تیرا بھی ذکر ہوگا۔ کیونکہ تو میرا نائب اعظم ہے۔

(۳) یا محمد کُلٌّ اَحَدٍ یَطْلِبُ رَضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رَضَاکَ فِی الدَّارَیْنِ۔ (تفسیر کبیر) اے محمد ہر کوئی میری رضا چاہتا ہے اور میں تیری رضا چاہتا ہوں۔

(ا) بدر کا میدان۔ جنگ ختم، جرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار پیچھے باقی ملائکہ زرد عمامے باندھے ہوئے ہاتھوں میں گرد آلود نیزے ہیں کہتا ہے یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ میں اس وقت تک آپ ﷺ سے جدا نہ ہوں جب تک آپ (ﷺ) راضی نہ ہو جائیں تو کیا آپ (ﷺ) راضی ہیں۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا ہاں میں راضی ہوں۔ ہر جگہ محبوب (ﷺ) کی رضا کی خواہش۔ قیامت تک کیا بلکہ اس کے بعد بھی۔

(ب) شفاعت کے مرحلے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے محبوب (ﷺ) کی امت کو بخش کر پوچھے گا۔ اَرَضِیْتَ یا محمد (کیا آپ راضی ہیں یا محمد (ﷺ) اور پھر آقا ﷺ فرمائیں گے رَبِّ قَدْ رَضِیْتُ۔ اے رب میں راضی ہوں۔

(ت) شب معراج۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے دیدار مصطفیٰ ﷺ کی اجازت طلب کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دے دی تو تمام ملائکہ سدرہ پر آبیٹھے اور جمال مصطفیٰ محمد ﷺ کو دیکھنے کے لئے سدرہ کو ڈھانپ لیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے راوی انس بن مالک ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی مضی جبریل حتی

جاء الجنة قد خلت فاعطیت الکوثر ثم مضتی حتی جاء السدرة المنتھی فَدَنَا رَبُّکَ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی○ جب سدرۃ المنتہی پہنچے تو تیرا رب نزدیک ہوا۔ (یہاں دنا کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اگر دنا کا فاعل آپ ﷺ ہوں تو پھر یہاں دنیت ہوتا۔ کیونکہ یہ آپ خود فرما رہے ہیں) اس کے بعد فرمایا تمہیں تیرا رب خوب اتر آیا (یہاں بھی تدلی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے) اور پھر اتنے قریب کہ دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور محب نے محبوب سے گفتگو کی۔ محبوب نے محب کو اپنے سر مبارک کی آنکھوں سے دیکھا۔ تو یہ ہے قرب الٰہی کی باتیں۔

(ث) یا محمد سے خطاب :- جتنی بھی احادیث صرف "یا محمد" کے خطاب سے شروع ہوتی ہیں ۱۳ ہیں اس کے علاوہ کئی احادیث کے درمیان میں اور بعض کے آخر میں "یا محمد" سے خطاب ہے۔ یہ محبوبیت کی وہ بلند ترین منزلیں ہیں جہاں کسی انسانی ذہن کی رسائی ممکن نہیں۔ قرآن میں یاایها النبی ۱۳ دفعہ اور یاایها الرسول ۲ دفعہ آیا ہے۔ چنانچہ یا محمد۔ یا نبی۔ یا رسول کہنا اللہ کی سنت ہے۔ کتنی بہترین سنت ہے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی سنت کی پیروی کر کے ایسے پکارتے ہیں۔ کہاں لکھا ہے ایسے نہ پکارو۔

(ج) فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا (القرآن) :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرا پتہ پوچھنا ہے تو ایک خبیر ہے' سے پوچھو۔ آپ (ﷺ) نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا پتہ ہمیں بتایا۔ باقی کیا رہ گیا۔ کوئی اور اللہ تو نہیں ہے جس کے متعلق آپ (ﷺ) نے نہ بتایا ہو۔

رسول اللہ (ﷺ) کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ

ہمارے آقا ﷺ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لولاک لما اظهرة الربوبیه (اے حبیب اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی صفت' رؤف' رحیم اور رحمت سے متصف فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ جب بولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ تو اپنی خواہش سے بولتے نہیں (وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی) آپ ﷺ کے لب مبارک اللہ تعالیٰ کے لب ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

ا۔ جنگ بدر :- فرمان الٰہی۔ ومارمیت اذ رمیت ولکن الله رمی (الانفال)

ترجمہ۔ اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی۔ تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ بدر کے روز لڑائی کے دوران آپ ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی بھر ریت لی اور کفار مکہ کی طرف پھینکی جس نے ایک شدید آندھی کی صورت اختیار کر لی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ آندھی کفار کے خیموں کے لئے بربادی کا باعث ہوئی اور ہر کافر چاہے وہ میدان جنگ کی طرف پیٹھ کر کے ہی کھڑا تھا اس کی آنکھوں میں بھی ریت پڑی..... یہ ہے سزا اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی مخالفت کرنے کی۔

ب۔ بیعت رضوان :- حدیبیہ کے مقام پر جب کفار مکہ نے آقا ﷺ کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تو پھر درخت کے نیچے بیعت ہوئی۔ وجہ یہ تھی آپ ﷺ نے حضرت عثمان ؓ کو قریش کے پاس بھیجا کہ انہیں بتا دیں کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں ہے۔ صرف عمرہ ادا کرنا ہے۔ قریش نے کہا کہ اس سال تو تشریف نہ لائیں اور حضرت عثمان کو طواف کعبہ کی پیش کش کی انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں حضور ﷺ کے بغیر طواف نہیں کروں گا۔ ادھر مسلمانوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ عثمان ؓ خوش نصیب ہیں انہیں طواف کرنے کا موقع مل گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں۔ عثمان ہمارے بغیر طواف نہ کریں گے۔ پھر جب قریش نے حضرت عثمان کو روک لیا یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔ اس پر مسلمانوں کو

بہت جوش آیا اور رسول کریم ﷺ نے صحابہ سے کفار کے مقابل جہاد میں ثابت رہنے پر بیعت لی۔ حضور نے اپنا بایاں دست مبارک داہنے دست اقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے اور فرمایا یا رب عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام میں ہیں۔ (معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ عثمان شہید نہیں ہوئے جبھی تو ان کی بیعت لی)۔ ابھی بیعت ہو رہی تھی کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور یہ آیہ نازل ہوئی ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم (وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے)۔ گویا کہ آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن گیا۔

نکتہ :- یہ ساری صورت حال (Situation) اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کی کہ بیعت ہو اور اپنے محبوب ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہے۔ معترض اپنی خباثت کی وجہ سے اس واقعے کو آپ ﷺ کے خلاف علم کی نفی کے لئے پیش کرتا ہے۔ اگر برائے بحث یہ بات دیکھیں تو کیا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہ تھا کیونکہ وہ بھی اپنا ہاتھ بیعت کے لئے رکھ رہا ہے۔ سمجھ نہیں آئے گی تمہیں بصیرت کے بغیر اور بصیرت تو صرف در مصطفیٰ ﷺ سے ملتی ہے۔

پیغمبر ﷺ جو کہے وہی شریعت ہے

کیوں؟ : پیغمبر جو کہے وہی شرع ہے۔ کیوں؟ :- اس لئے کہ آپ ﷺ تو اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ آپ ﷺ تو وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ (وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی)

۱۔ آپ ﷺ نے جو فرمایا وہی قرآن بن گیا۔ وہی حدیث بن گیا۔ (اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ○)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو حکم دیا کہ نبی جو دے لے لو۔ جس سے منع کرے باز رہو۔ (وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا○)

۳۔ قرآن اللہ تعالیٰ اور آقا ﷺ کے درمیان بات چیت ہے۔ سورۃ بقرۃ کی آخری ۲ آیات امن الرسول سے لے کر لکفرین تک۔

۴۔ شب معراج جو گفتگو محب اور حبیب کے درمیان ہوئی۔ اس کا جبریل علیہ السلام کو بھی پتہ نہ تھا کیونکہ وہ تیسرے نہ تھے۔ جیسے یہی دو آیات سورۃ بقرہ کی۔

۵۔ قرآن میں کونسی سورۃ میں (ثنا) سبحنک اللھم وبحمدک ..... ہے؟

۶۔ قرآن میں کونسی سورۃ میں التحیات ہے؟

۷۔ قرآن میں کونسی سورۃ میں درود ابراہیمی ہے؟

۸۔ نماز جو کہ افضل ترین عبادت ہے۔ اس میں ثنا' التحیات اور درود ابراہیمی پڑھا جاتا ہے۔ پھر یہ منافق لوگ کیوں پڑھتے ہیں؟ کیونکہ قرآن میں تو نہیں ہے۔ کیا کوئی منافق اس کا جواب دے سکتا ہے؟

۹۔ شریعت میں نماز ایک واحد عبادت ہے جس کی کوئی معافی نہیں۔ اس لئے اس کی فضیلت ظاہر ہے۔ روز قیامت سب سے پہلے حساب کتاب میں پہلی پوچھ گچھ نماز کے متعلق ہو گی۔ بے نمازی نے دوزخ میں جا کر یہ وجہ بتانی ہے (لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ)

۱۰۔ نماز میں ثنا التحیات' درود ابراہیمی اس لئے پڑھتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے جو فرما دیا وہی شریعت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ملنے سے اللہ ملتا ہے

بصیرت ملتی ہے:- اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب اور ہمارے آقا ﷺ سے کہتا ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ تم فرماؤ یہ میری راہ ہے (محمد کی) میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میرے قدموں پر چلیں اہل بصیرت ہیں۔ وسبحان اللہ وما انا من المشرکین○ (۱۲/۱۰۸ یوسف) اور اللہ کو پاکی ہے اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔

تشریح:- اس آیہ کریمہ پر غور کریں تو چار باتیں ظاہر ہیں۔

(۱) کہلوانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔

(۲) یہ کہلوایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے در تک چلو پھر تمہیں اللہ سے ملا دیں گے۔

(۳) بصیرت (دل کی آنکھیں) صرف اور صرف عشق مصطفیٰ سے حاصل ہوتی ہیں۔ یہی اتباع رسول کے معنی ہیں۔

(۴) رسول اللہ ﷺ ہی اللہ سے ملاتا ہے اور یہ کوئی شرک والی بات نہیں۔

نکتہ کے گرد:- ایک نکتے کے گرد چاروں طرف سینکڑوں راستے نکلتے ہیں ان سینکڑوں راستوں میں صرف ایک سیدھا رستہ ہے وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے در تک کا رستہ ہے۔ باقی سب راستے گمراہی کے ہیں اس سیدھے رستے کے متعلق بندہ ہر نماز میں جب سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے تو بار بار ہاتھ باندھ کر یہی کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ چونکہ اسی رستے پر صدیقین چلے۔ صالحین چلے۔ شہداء چلے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انعامات سے نوازا چنانچہ پھر آگے کہتا ہے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ان لوگوں کا راستہ جن پر تونے انعامات کئے۔ اور وہاں ان صدیقین صالحین اور شہدا پر انعامات الٰہی کی بارش اس لئے ہوئی کیونکہ ان اصحاب نے اللہ کے محبوب سے عشق کیا۔ ظاہر ہے پھر انعامات تو ملنے ہی تھے۔

سبحانک اللہ (ثنا) قرآن میں کہاں ہے؟:- تمام عبادتوں سے افضل ترین عبادت نماز ہے۔ شہیدوں نے بھی تمنا کی کہ ان کا شمار نماز گزاروں میں ہو۔ نماز کی کہیں بھی

معافی نہیں چاہے سفر میں ہو یا بیمار ہو یا حالت جنگ میں ہو۔ پھر قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا پوچھا جائے گا۔ پھر بے نمازی کو سزا کے طور پر جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور جنتیوں کے پوچھنے پر کہے گا (لم نک من المصلین۔ مدثر) ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔ ایک دیدہ دانستہ نماز چھوڑنے کی سزا اَسّی ہزار سال جہنم کی آگ میں سڑنا ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا جس نے دیدہ دانستہ نماز چھوڑی وہ میری ملت سے خارج ہو گیا (فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ)

التحیات اور درود ابراہیمی قرآن کے کس پارے میں ہے؟:- نماز میں سب سے پہلے اللہ اکبر کے بعد (ثنا) سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ پڑھتے ہیں پھر جلسہ میں التحیات پڑھتے ہیں۔ اور اس کے بعد درود ابراہیمی پڑھتے ہیں قرآن کی ۶۶۶۶ آیتوں میں یہ آیات تو نہیں ہیں۔ پھر بھی ہم پڑھتے ہیں اور درود ابراہیمی کے متعلق تو بعض مولوی کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور درود نہ پڑھو وغیرہ وغیرہ۔

پھر کیوں پڑھتے ہو؟ جواب دو

سوال یہ ہے کہ ثنا' التحیات' درود ابراہیمی تو قرآن کی کسی سورۃ میں نہیں تو پھر کس اتھارٹی یا کس بنا پر پڑھتے ہو۔ اس کا جواب کیا ہے؟

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے لب مبارک سے یہ الفاظ نکلے:- قرآن میں نہیں تو کیا ہوا۔ جب اس کائنات کے حاکم' رحمتہ للعالمین روف الرحیم کے لب مبارک سے یہ کلمات نکلے تو نماز بن گئے۔ قرآن بن گئے۔ حدیث بن گئے۔ آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے آپ ﷺ کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں ہیں۔ آپ ﷺ کے کان اللہ کے کان ہیں۔ آپ ﷺ کے پاؤں اللہ کے پاؤں ہیں اور آپ ﷺ کے لب مبارک اللہ کے لب مبارک ہیں۔ اس لئے جو الفاظ نکلے وہ شریعت ہے۔ وہ نماز ہے۔ وہ حدیث ہے۔ وہ قرآن ہے۔

اور رسول کی بات چیت قرآن ہے:- قرآن حکیم کی آیات پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ اللہ اپنے محبوب ﷺ سے محو گفتگو ہے۔ کبھی کہتا ہے دیکھ (انظر) کبھی کہتا ہے (قل) یہ کہہ دو کبھی کہتا ہے (الم تر) کیا تو نے یہ دیکھا۔ کبھی کہتا ہے (وربک) تیرے رب کی قسم کبھی کہتا ہے۔ تو میری قسم کھالے (قل بلی وربی)۔ پھر محبوب کبھی کہتا ہے یا رب۔ غرضیکہ اس کو سمجھنے کے لئے بصیرت چاہیے جو صرف اور صرف در مصطفیٰ ﷺ سے ملتی ہے۔

جبریل کہاں تھا؟:- شب معراج جبریل علیہ السلام نے تو یہ کہا تھا کہ اگر میں اس مقام سے آگے ایک پور بھی جاؤں تو نور سے جل جاؤں گا۔ اور پھر محب کے لئے اگلا راستہ نامعلوم نہ تھا کیونکہ آپ ہی منزل آپ ہی مسافر۔ یہیں کہیں کا باشندہ تھا۔ آقا ﷺ فرماتے ہیں۔ (فِیْ خَبَرِ الْمِعْرَاجِ قَرَّبَنِیَ اللّٰہُ وَاَدْنَانِیْ اِلٰی سُنْدُسِ الْعَرْشِ ثُمَّ اَلْهَمَنِیَ اللّٰہُ اَنْ قُلْتُ)۔ معراج کی رات میرے اللہ نے مجھے اپنے قریب کیا یہاں تک کہ میں عرش کے پائے تک پہنچا تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا کہ میں کہوں۔

سورۃ بقرہ کی آخری آیات

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

قال (اللہ نے کہا) = فَمَا قَالُوْا یہودیوں اور نصرانیوں نے کیا کہا۔

قلتُ (میں نے کہا) = قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔

فقال (اللہ نے کہا) = صَدَقْتَ وَسَلْ تُعْطَهٗ

قلت (میں نے کہا) = رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

قال (اللہ نے کہا) = قَدْ رَفَعْتُ عَنْكَ وَعَنْ اُمَّتِكَ الْخَطَا النِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ

قلت (میں نے کہا) = رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح)

قال (اللہ نے کہا) = لَكَ ذٰلِكَ اُمَّتِكَ (اے محبوب میں نے آپ کی امت کے لئے یہ بات مان لی)

قلت (میں نے کہا) = رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

قال (اللہ نے کہا) = قَدْ فَعَلْتُ

قلت (میں نے کہا) = وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

قال (اللہ نے کہا) = فَعَلْتُ (تفسیر کبیر اور تفسیر روح البیان کا مطالعہ کرو)

محمدؐ مصطفیٰؐ کے بغیر اللہ نہیں ملے گا:- اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اللہ تعالیٰ سے بغیر واسطہ بات چیت کی۔ جبریل علیہ السلام کو بھی اگلی صبح پتہ چلا ہو گا۔ محب اور حبیب کے درمیان جو بات چیت ہوئی وہ محب نے صرف محبوب کے الفاظ بنا دیئے۔ پھر حدیث بنا دی۔ پھر نماز بنا دی۔ عقل کیا کہتی ہے۔ اللہ تو صرف محمد مصطفیٰ سے ہی ملتا ہے۔ محمد ﷺ کے بغیر اللہ نہیں ملتا۔

پیمانہ محبت

پیمانہ محبت :- قُل اِن کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین ۝ (۹/۲۴)

ترجمہ۔ تم فرماؤ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہار کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان۔ کیا یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

ایمان کی حد کیا ہے :- فرمان نبوی ہے لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا تاآنکہ میں اس کے والدین' اولاد اور سب لوگوں سے پیارا ہو جاؤں۔ جب تک میں تم کو تمہاری ہر چیز والدین اولاد اور ہر پیاری چیز سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں اس وقت تک تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر میں منافقین مدینہ اپنا ایمان گنوا بیٹھے کیونکہ انہوں نے محبت کرنے کی بجائے آپ کی ذات' صفات' کمالات' جمالات' معجزات میں نکتہ چینی شروع کر دی تھی اور یہاں تو چونکہ معاملہ محبوب کا ہے جو کہ حاکم کائنات بھی ہے اس لئے محبت' ادب اور ایمان کی تکون کے اندر ہونا لازمی ہے۔ جو نہ ہو گا وہ باغی تصور کیا جائے گا اور باغی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

پیمانہ محبت کے اوزان :- اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی آیت ۲۴ میں انسان کی تمام مجبوریاں گنوا دیں مثلاً

(۱) تمام رشتے جو انسان کو پیارے ہوتے ہیں ماں باپ بیٹے بھائی بیوی اور قبیلے۔

(۲) تمام مادی ضرورتیں جو زندگی میں ضروری ہوتی ہیں۔ مال و دولت' تجارت اور خوبصورت مکانات جنہیں بڑی محنت سے بناتا ہے۔ نئے نئے ڈیزائن کے ساتھ۔

(۳) ان تمام کو مشروط کر دیا محبوب کی محبت کے ساتھ۔ یعنی کہ حاکم کائنات زیادہ محبوب ہونا چاہئے ان تمام دنیاوی چیزوں سے۔

(۴) آگے اپنا فیصلہ بھی سنا دیا کہ آیا یہ میرے محبوب سے زیادہ تمہیں محبوب ہیں تو پھر

(۵) پھر میرے عذاب کا انتظار کرو۔

(۶) آخری بات یہ کر دی کہ میں فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا گویا کہ جو میرے محبوب سے زیادہ ان رشتوں اور چیزوں سے محبت کرے گا وہ ایمان کی دولت سے محروم ہو جائے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔

یا نبی - یا رسول

۱) یایھا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر ۵/۴۱

۲) یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ۵/۶۷

۳) یایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین ۸/۶۴

۴) یایھا النبی حرض المومنین علی القتال ۸/۶۵

۵) یایھا النبی قل لمن فی ایدیکم ۸/۷۰

۶) یایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین ۹/۷۳' ۶۶/۹

۷) یایھا النبی اتق اللہ ۳۳/۱

۸) یایھا النبی قل لازواجک ۳۳/۲۸

۹) یایھا النبی انا ارسلنک شاھدا ۳۳/۴۵

۱۰) یایھا النبی انا احللنا لک ۳۳/۵۰

۱۱) یایھا النبی قل لازواجک ۳۳/۵۹

۱۲) یایھا النبی ۶۶/۱

"یا" سے خطاب :- (۱)۔ اوپر والی آیات سے ظاہر ہوا کہ "یا" سے پکارنا اللہ تعالیٰ کی

سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یارسول اللہ دو دفعہ کہا اور یا نبی تیرہ دفعہ کہا۔

(ب)۔ یا محمد سے بلانے والی احادیث کی تعداد ۱۱۲ ہے جو کہ تقریباً ڈیڑھ سو کتابوں میں ملتی ہیں۔ جن احادیث کے درمیان یا آخر میں لفظ "یا محمد" آتا ہے ان کی تعداد بے شمار ہے۔

(ت)۔ "یا" کے طریقہ پر پکارنا شرک کیسے ہو سکتا ہے جبکہ یہ سنت الٰہی ہے۔

(ث)۔ حشر کے میدان میں دوزخی اسی "یا" کے لفظ سے جنتی لوگوں کو مدد کے لئے پکاریں گے۔

حاکم کائنات کے بندے

حاکم کائنات کا رستہ

فرمان الٰہی ہے۔ الیَومَ اکمَلتُ لکُم دینکُم (۵/۳)

اے حبیب (ﷺ) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا دین کس کا :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دین اسلام میرے محبوب جو کہ حاکم کائنات ہے اس کا دین ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہوا۔ ( ) قُل یَایُّھَا النَّاسُ اِن کُنتُم فِی شَکٍّ مِن دینی (۱۰/۱۰۴ یونس) فرمایئے اے لوگو۔ اگر میرے دین کی طرف سے کسی شبہ میں ہو۔
(۲) قل اللہ اعبد مخلصا لہٗ دِینِی (۳۹/۱۴ الزمر) فرمایئے اللہ کی ہی میں عبادت کرتا ہوں خالص کرتے ہوئے اس لئے اپنے دین کو۔
(۳) لکُم دینُکُم ولی دین (۱۰۹/۶) تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین)

بندے کس کے :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُل یٰعِبادِیَ الَّذِین اَسرَفُوا علٰی انفسھم لَا تقنطُوا مِن رَّحمۃ اللہ (۳۹/۵۳ الزمر) تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

(۱) **تشریح کی ضرورت** :- قرآن میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے سولہ جگہوں پر ارشاد فرمایا۔ میرے بندے اور اس آیہ میں ارشاد فرمایا۔ اے حبیب آپ کہیں اے میرے وہ بندو۔ اب عربی گرائمر کا قاعدہ یہ ہے کہ "قل" کے بعد جو بات کہی جائے وہ کہنے والے سے منسوب اور منسلک ہوتی ہے۔ دوسری آیت کی مثال یہ ہے قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللہ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللہُ فرمایئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اتباع کرو۔ چنانچہ فاتبعونی کا مطلب ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرو اسی طرح کی مزید مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں۔ سورۃ نور ۲۴/۳۲ میں (مِن عِبادکُم) نکاح کرنے کے ضمن میں آیت ہے۔

(۲) **بندۂ رسول** :- جو کہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرتے ہیں وہ رسول کے بندے ہیں

اور جو اتباع نہیں کرتے وہ رسول کے بندے نہیں۔ قرآن میں سورۃ مجادلہ میں دو جگہ پر لفظ "حزب الشیطان" ۵۸/۱۹ آیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ شیطان کے گروہ اور شیطان کے گروہ میں منافقین ہیں جیسا کہ اس آیہ کے حوالے سے ہے۔ چنانچہ بندے تو اللہ کے ہیں مگر پھر اپنے اعمال کی وجہ سے یہ رسول کے ہو گئے یا شیطان کے۔ اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کو رسول ﷺ کے بندے قرار دیا۔

رستہ کس کا:- اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل ھٰذہ سبیلی ادعو الی اللہ (۱۰۹/۱۲ یوسف) فرمایئے یہ میرا رستہ ہے اور میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ ایک نقطہ کے گرد تین سو ساٹھ زاویے نکلتے ہیں جس میں صرف ایک سیدھا رستہ ہے باقی سب غلط ہیں۔ صرف ایک سیدھا رستہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے جس پر ابوبکرؓ چلے، عمرؓ چلے، غنیؓ چلے، حیدرؓ چلے، حسن حسینؓ چلے، حضرات امامین چلے، داتا گنج بخشؒ چلے، غوث اعظمؒ چلے۔

اللہ تک کون لے جاتا ہے:- اللہ تک صرف اور صرف محمد مصطفیٰ ﷺ لے جاتے ہیں آپ کے بغیر اللہ نہیں ملے گا۔ باقی سب گمراہی کے راستے ہیں۔

حیات النبی ﷺ

حیات کے معنی:- حیات اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے اور وہ ایسی صفت ہے جس کے ساتھ علم، قدرت، ارادہ وغیرہ تمام صفات کمالیہ وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صفت حیات ممکنات میں ودیعت فرمائی اور افراد ممکنات میں اسے اپنے ارادہ اور ان کی قابلیتوں کے موافق پیدا کیا چنانچہ وہ صفت حیات ممکنات میں مختلف مراتب پر ظاہر ہوئی۔ بعض میں اس طرح کہ اس کے معرفت وابستہ ہے اور بعض میں اس طرح کہ جس طرح حرکت حیوانیہ اس کے ساتھ مربوط ہے۔ چنانچہ حیات وہ ہے جس کے پاس جانے سے احساس کا وجود صحیح قرار پائے اور موت اس کی ضد ہے۔

روح:- روح کا بدن میں ہونا حیات اور بدن سے روح کا خروج موت ہے یہ تعریف نہیں کیونکہ پھر تو اللہ تعالیٰ کی حیات پر کس طرح صادق آسکتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جسم و روح سے پاک ہے کائنات میں روح سبب حیات ہو سکتی ہے لیکن اسے نفس حیات کہنا درست نہیں۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکنات عالم کے افراد میں ادراک، قوہ و ارادہ حرکت و احساس کی صفت مصححہ پائے جانے کے لئے ان میں عادتاً" روح کا ہونا ضروری ہے کیونکہ روح سبب حیات ہے اور سبب کا بغیر مسبب کے پایا جانا محال عادی ہے خلاصہ یہ کہ بدن میں روح کا مجرد دخول اور اس سے متعلق خروج حقیقۃ موت و حیات نہیں۔ حقیقی موت و حیات جسم میں صفت مصححہ للعلم والقدرۃ (او مایقوم مقام) کا ہونا یا نہ ہونا ہے۔ البتہ روح کے اس دخول و خروج کو موت عادی و حیات عادی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بغیر روح کے حیات ممکن ہے:- بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر شریف بننے سے پہلے کھجور کی ایک لکڑی (تنے) پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب منبر شریف بن گیا تو آپ ﷺ اس پر جلوہ گر ہوئے۔ وہ لکڑی حضور ﷺ کے فراق میں اس طرح روئی کہ جیسے کسی اونٹنی کا بچہ گم ہو جائے۔ اور وہ دردناک آواز سے روئے۔ یہاں تک کہ آپ منبر شریف سے اترے اور اس پر اپنا دست کرم رکھ

دیا۔ جماد (غیر ذی روح) کو دیکھیں روح نہیں مگر حیات ہے۔

قرآن میں حیاۃ کا ذکر:۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون (عربی میں توفاہ اللہ کے معنی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کی۔) ترجمہ یہ ہے۔ اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔ اور جو نہ مریں ان کے سوتے میں۔ پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے روک رکھتا ہے (روح کو) اور دوسری ایک معیاد مقرر تک (روح کو) چھوڑ دیتا ہے بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔ یہاں غور طلب نکتہ یہ ہے کہ نیند میں روح قبض کر لی جاتی ہے لیکن جسم میں جان ہوتی ہے اور اگر موت کا وقت مقرر نہ آیا ہو تو روح کو بھیج دیا جاتا (یرسل الاخری الی اجل مسمی) ایک مقررہ وقت تک۔

جواب دینے کے لئے جسم کی ضرورت نہیں:۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا (۷/۱۷۲ الاعراف)

ترجمہ۔ اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں۔ سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے۔

اس آیہ میں سمجھنے کے لئے غور طلب نکتہ یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی ذریت (اولاد) ان کی پشت سے نکالی گئی تو ان کے جسم نہ تھے بلکہ جانیں تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے سوال کا جواب انہوں نے دیا اور جیسا کہ فرمایا اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ (یہ نہیں کہا کہ (اشھدھم علی ارواحھم یا اجسامھم) چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ جواب دینے کے لئے جسم کی ضرورت نہیں۔ تمام انسانیت نے جواب دیا اور سب کے سب بغیر جسم کے تھے۔ اسی بنا پر انبیاء اولیاء کرام کا قبروں سے سلام کرنے کا جواب ملتا ہے۔

زمین انبیاء کے جسم نہیں کھاتی:۔ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور چنا ہوا گروہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات تمام انسانیت کو ان ہی کے ذریعے بھیجے۔ چنانچہ یہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

(۱) عقلی دلیل:۔ عقل یہ کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ان نشانیوں کو مٹنے نہ دے گا۔ اگرچہ شریعت کے تقاضوں کے تحت ان پر موت وارد کرنی ہے۔ لیکن ان کے جسموں کو مٹی کے ساتھ مٹی نہ ہونے دے گا۔ یہی تو سمجھنے والی بات ہے اس گروہ کی تخلیق ہی ایک خاص مقصد کے لئے ہوئی اس لئے یہ لوگ عام انسانوں سے بہت بلند اور عظیم ہیں۔

(۲) حدیث پاک:۔ آقا ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسم کھائے۔

سلطان نور الدین زنگی کے عہد کے یہودیوں کا عقیدہ:۔ سلطان نور الدین زنگی کے عہد میں یہودیوں نے جو سازش کی وہ تو تاریخ میں مرقوم ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہودیوں نے اسلام کا مذاق اڑانے اور اسے بطور دین ختم کرنے کی سازش کی تھی۔ ان کے بادشاہ رچرڈ (جو شیر دل کے نام سے مشہور تھا جس نے صلیبی جنگیں لڑیں۔) نے کہا تھا کہ مسلمانوں کے نبی کا جسد قبر سے نکال لو تو پھر یہ دین ختم ہو جائے گا۔ یہودیوں نے کہا کہ ان کی وفات کو چار صدیاں گزر گئیں اس پر اس شخص نے کہا کہ اس نے توریت و انجیل میں پڑھا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی وہ قبروں میں صحیح و سالم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس بنا پر انہوں نے یہ حرکت مذموم کی۔

مزید دلیلیں:۔ (۱) قران میں آتا ہے۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی آقا ﷺ تمام جہانوں کے لئے تمام مخلوق کے لئے رحمت ہیں۔ یہ آیت حیات نبی ﷺ کی ازل سے ابد تک کی قرآنی دلیل ہے۔ بہت آسان فہم بات ہے۔ اگر عقیدہ درست ہو۔

(۲) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا

تشعرون۔ اور نہ کہو ان لوگوں کے لئے جو قتل کئے اللہ کی راہ میں مردہ۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم شعور نہیں رکھتے۔ شہدا کے ساتھ انبیاء علیہ السلام اس میں شامل ہیں بالخصوص نبی کریم ﷺ کیونکہ آپ نے دنیا میں شہادت کا درجہ پایا۔

(۳) زندوں کی بیویوں سے نکاح نہیں کیا جاتا:- قرآن میں آپ ﷺ کے متعلق فرمایا وَلَآ اَنۡ تَنۡکِحُوۡۤا اَزۡوَاجَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖۤ اَبَدًا○ حکم الٰہی یہ ہے کہ نبی کی بیویوں کے ساتھ نکاح نہ کرو ان کے ظاہری طور پر حجاب کرنے سے ابد تک--- کیونکہ آقا ﷺ ازل سے لے کر ابد تک زندہ ہیں۔

(۴) آقا ﷺ نے فرمایا انبیاء کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا اور دفن کے چالیس راتوں بعد ان کا قبروں سے اٹھایا جانا ہے۔ آپ ﷺ درود شریف خود سنتے ہیں چاہے نزدیک ہو چاہے دور نزدیک یا دور کا مسئلہ ہمارا مسئلہ ہے نہ کہ آپ ﷺ کا۔

(۵) آپ ﷺ کا علم وفات شریف کے بعد ایسا ہی ہے جیسا حیات مقدسہ میں تھا۔

حیات بعد از وفات کے معنی:- موت اور قبض روح کے معنی مطلقاً یقیناً وہی ہیں جو آج تک ساری امت نے سمجھے یعنی بدن اقدس سے روح مبارک کا نکل کر رفیق اعلیٰ کی طرف جانا۔ پھر اس کے بعد ان کی حیات کے معنی یہ ہیں کہ اجساد مقدسہ سے باہر نکلی ہوئی ارواح طیبہ اپنے تمام اوصاف و کمالات سابقہ کے ساتھ رفیق اعلیٰ سے دوبارہ اجسام شریفہ میں لوٹ آتی ہے۔ لیکن حیات اور آثار حیات عادۃ ہم سے مستور رہتے ہیں اور ہماری نظروں سے اس طرح غائب کر دیئے جاتے ہیں جیسے ملائکہ ہماری نظروں سے غائب کر دیئے گئے ہیں۔

قصہ مختصر:- آقا ﷺ ازل سے لے کر ابد تک زندہ ہیں اپنے تمام اوصاف کے ساتھ اگر عقیدہ درست ہو تو بہت عام فہم بات ہے۔

علم کے باب میں

معترضین کی پیش کردہ آیات قرآنی کی وضاحت

۱۵۔ پیش کردہ چند آیات قرآنی :- منکرین و منافقین کی کئی آیات بغیر پڑھے' بغیر سمجھے' بغیر شان نزول دیکھے۔ بغیر پچھلی آیات کے ربط اور سیاق و سباق جانے بغیر فوراً پیش کر دیتے ہیں اور اپنی طرف سے نقص نکالتے ہیں۔ یہ صرف ان کی اپنی کمائی ہوئی بدبختی ہے۔ ان آیات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو کسی میں بھی آقا ﷺ کے علم مبارک کی نفی نہیں نکلتی۔ بلکہ اس میں تو کفار کے اعتراض کا رد اور شریعت کا تقاضا بھی تھا۔ جب ایک دفعہ حضرت جبرائیلؑ سورۃ کھیعص لے کر آئے اور پیارے آقا ﷺ سے کہا کہ پڑھئے کاف۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا جان لیا۔ جبرائیلؑ نے کہا' پڑھئے ھا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا جان لیا اسی طرح یا' ع' ص کے ساتھ ہوا اور آپ (ﷺ) نے آگے بھی پڑھ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے القا کیا کہ اس سے آگے نہ پڑھئے۔ جو کہے وہ کہہ دیجئے۔ کیونکہ جبرائیلؑ کو پتہ نہیں۔ کیونکہ قرآن تو آقا ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے پڑھایا (الرحمٰن علم القرآن) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔ لا تحرک به لسانک لتعجل به ○ ان علینا جمعه وقرانه ○ فاذا قرانه فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانه○ (سورۃ القیمۃ) ترجمہ۔ آپ (ﷺ) اپنی زبان کو اس کے ساتھ حرکت نہ دیں اس کے ساتھ جلدی کرنے کے لئے بیشک اس کا جمع کرنا اور قرات ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم پڑھ چکیں اس وقت پڑھے ہوئے کی اتباع کریں۔ پھر بیشک ان کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے غور طلب بات یہ ہے کہ جبرائیلؑ جو پڑھے آپ بھی پڑھ دیں۔ بس (جبرائیلؑ کو نہیں پتہ کہ آپ تو حافظ قرآن ہیں۔ اور یہی تو شریعت کا راز ہے جسے کھلنا نہیں چاہئے۔) بعض مفسرین نے لتعجل کا ترجمہ کرتے وقت (یاد کرنے کی جلدی) اپنے پاس سے لگا لیا ہے۔ تو ایک تو عربی لفظ میں کہیں بھی یاد کرنے کا معنی نہیں نکلتا۔ اور دوسرے بھلا حافظ قرآن کو کون پڑھائے؟

۱۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی

ملک ان اتبع الا ما یوحی الی (الانعام ۵۰) (صحیح ترجمہ یہ ہے) تم فرما دو میں نہیں کہتا تمہارے لئے میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں نہیں کہتا۔ تمہارے لئے غیب جانوں۔ (اتنا ترجمہ اس لئے کیا ہے کہ اس کی ہی تشریح کی فی الحال ضرورت ہے۔ اور بحث اسی پر کرنی ہے۔) کفار مکہ طرح طرح کے نامعقول بے ہودہ' غیر فطری اور محض تنگ کرنے کے لئے کہا کرتے تھے کہ ہمیں دولت دلوا دیجئے۔ کبھی کہتے یہ فصلیں سونے کی کر دیجئے کبھی اوٹ پٹانگ باتوں کے متعلق پوچھتے۔ کبھی قیامت کے آنے کا تمسخر اڑا دیتے۔ یعنی کہ ایسی ایسی باتیں اور مطالبات کرتے جو کہ اللہ تعالیٰ کو بھی پسند نہ تھیں اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے میں نہیں کہتا کہ تمہارے لئے میرے پاس اللہ کے خزانے اور نہ میں کہتا ہوں کہ تمہارے لئے تمہاری نامعقول باتوں کا جواب دینے کے لئے علم غیب رکھتا ہوں۔

۱۶۔ بات ہے سمجھ کی :- عموماً علماء کرام اس آیت کا ترجمہ غلط کرتے ہیں ان کو جملے کی ترکیب نحوی کا بھی پتہ نہیں۔ آیت میں لکم کی ل کو بھول جاتے ہیں اور پھر ترجمہ ایسے کرتے ہیں کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں (یہ غلط ترجمہ ہے) اگر ایسا ہو تو پھر لفظ اقولکم ہوتا۔ اقول لکم نہ ہوتا کیونکہ کفار کے لئے اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں ہیں۔ یہ صرف مومنوں کے لئے ہیں۔ مثال ایسے ہی کہ کوئی سخی جن کو دینا ہو دے اور جن بدبختوں کو نہ دینا ہو تو کہے گا کہ (اگرچہ میرے پاس سب کچھ ہے) تمہارے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ قرآن کی دوسری آیات سے سمجھاتا ہوں۔ جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں۔ تو دوزخی جنتیوں کو پکاریں گے۔ سورۃ اعراف میں ہے نادیٰ اصحب النار اصحب الجنة ان افیضو علینا من الماء او مما رزقکم الله قالو ان الله حرمهما علی الکفرین○ (۷/۵۰) ہمیں اپنے پانی کا کچھ فیض دو یا اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا۔ مومن کہیں گے بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔ چنانچہ یہ ہے اصل بات۔ لیکن عقل کے اندھوں نے کہا کہ یہ علم غیب کی نفی ہے۔ (نعوذ باللہ) علم غیب سے اس آیت کا کیا تعلق؟ یہ تو کفار کو ان کی

حیثیت بتا دی گئی ہے کہ تم لوگ جب تک کفر کی حالت میں رہو گے۔ تمہارے لئے نہ تو اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی تمہاری نامعقول اوٹ پٹانگ اور غلط باتوں کا جواب جو تم محض رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرنے کے لئے کرتے ہو۔ نبی ﷺ کا کام ہے پیغام پہنچانا۔ جس کی اسے وحی ہوتی ہے۔

د۔ **کفار رسالت ﷺ کے منکر تھے** :- رسالت کے لئے وحی کا ہونا لازمی ہے۔ اسی لئے ان کے ہر نامعقول مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ "کہیں" میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے۔ (وحی کے علاوہ میں تیر تکے نہیں لگاتا) اور ویسے شریعت بھی اسی بات کی متقاضی ہے کہ وحی والی بات صحیح ہے نہ کہ ادراک کی۔ (تیر تکے والی)

ذ:- سورۂ ص ۳۸ میں آیات ۵۵ سے لے کر ۷۰ تک کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ ایک بات مثال دینے کے لئے کہی وہ یہ کہ مجھے عالم بالا کی کیا خبر تھی جب وہ جھگڑے تھے۔ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے۔ میں تو نذیر ہوں یعنی ڈر سنانے والا"۔ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ نے کہی کہ اے محبوب آپ (ﷺ) یہ بات کہہ دیں۔ اس سے شروع میں آقا ﷺ نے کفار کو دوزخ کی ہولناکیوں کے متعلق بتایا۔ پھر دوزخیوں کا یہ کہنا کہ اے اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا دونا عذاب دے پھر دوزخیوں کا یہ کہنا کہ ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم دنیا میں برا سمجھتے تھے اور پھر آقا ﷺ کے دوزخیوں کے اس جھگڑے کا جو کہ ابھی ہونا ہے بہت تفصیل کے ساتھ بتلا دیا۔ تو کیا جو بات ہو چکی ہے (ملائکہ کی بحث) کا پتہ نہ تھا۔ (عقل نہیں مانتی)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُم مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (۴۰/۷۸ المومن)

ترجمہ۔ بیشک ہم نے بھیجے رسول آپ سے پہلے۔ ان نبیوں کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا۔

تشریح۔ قرآن حکیم میں کچھ انبیاء کا ذکر فرمایا تاکہ ان کی قوموں کی مثالیں دی جا سکیں۔ جیسا کہ انبیاء کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اس لئے تمام کے تمام کا

ذکر تفصیلی نہ فرمایا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام انبیاء کے حالات کا علم نہ دیا۔ آپ دیکھیں اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت کے متعلق آقا ﷺ مخاطب ہے۔ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (آپ ان رسولوں سے پوچھیں جو آپ سے پہلے بھیجے گئے کیا رحمٰن نے اور معبود پیدا کئے جن کی پوجا کی جائے) چنانچہ پوچھتا تو وہی ہے جسے تمام انبیاء کا علم ہو۔ عالم ارواح میں تمام انبیاء سے عہد لیا گیا جو کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کا تھا۔ تو ظاہر ہے جو ایمان لائیں ان کے متعلق نبی ﷺ کو علم ہے۔ یہ آیہ صرف یہ بات بتاتی ہے کہ قرآن میں تمام کے تمام انبیاء کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کا آپ ﷺ کے علم مبارک سے کوئی تعلق نہیں۔

وَمَا اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَىَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (۴۶/۹۰)

ترجمہ۔ اور میں ادراک نہیں رکھتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جس کی مجھے وحی ہو اور میں تو صرف ڈر سنانے والا ہوں۔

تشریح۔ اس آیہ میں تین الفاظ قابل غور ہیں۔

ا۔ ادراک۔ ب۔ وحی۔ ت۔ ڈر سنانے والا

جو بات جانے بغیر، اندازے اور تیر تکے لگا کر کہی جائے وہ ادراک کہلاتی ہے۔ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں اندازوں اور تیر تکوں کی بنا پر نہیں کہتا بلکہ وہ کہتا ہوں جس کی مجھے وحی ہوتی ہے یعنی کہ میں اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ جو اللہ چاہتا ہے وہی کہتا ہوں۔ یہ آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ سے قرب پر دلالت کرتی ہے۔ پھر آگے دیکھیں آپ فرما رہے ہیں کہ میں ڈر سنانے والا ہوں۔ عقل یہ کہتی ہے کسی بات کا ڈر سنانے والے کو یقیناً اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اگر تم برے کام کرو گے تو تمہارا یہ حشر ہو گا تم دوزخ میں جاؤ گے وغیرہ وغیرہ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اچھے اور برے اعمال کے نتائج کا بھی علم ہے جس کی بنا پر آپ ڈر سنا رہے ہیں۔۔۔۔۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ آیت تو آپ ﷺ کے قرب الٰہی اور علم پر دلالت کرتی ہے۔ مگر سمجھنے کے لئے بصیرت کی

ضرورت ہے اور وہ بصیرت در مصطفیٰ سے ہی ملتی ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (۵/۱۰۹)

ترجمہ۔ جس دن اللہ رسولوں کو اکٹھا کرے گا اور کہے گا تمہیں کیا جواب ملا۔ بولیں گے ہمیں علم نہیں۔ بیشک تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔

تشریح۔ انبیاء کرام کا تواضع اور انکساری اختیار کرنا ہی ان کی بڑائی ہے۔ یہ جواب وہ اظہار عبودیت کے لئے دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے علم کا بیان کرنا عالموں کا وطیرہ نہیں۔ اس آیت میں انبیاء کے علم کی نفی نہیں۔ صرف بات ہے سمجھ کی۔

لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (۹/۱۰۱)

ترجمہ۔ تم انہیں نہیں جانتے۔ ہم انہیں جانتے ہیں۔

تشریح۔ حضور ﷺ نے سورہ توبہ مین تمام منافقین کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ بتا دیا کوئی ایسی بات نہ تھی جس کے متعلق نہ بتایا ہو۔ دراصل منافقین کے منافقانہ رویے پر اللہ تعالیٰ نے بہت غضب کا اظہار کیا۔ ان کے خلاف فیصلے اسی دنیا میں دے دیئے۔ انہیں بتا دیا کہ تم کافر ہو چکے۔ جب منافقین کی سزا کا ذکر اللہ تعالیٰ کرتا ہے تو اس انداز میں گفتگو کرنا کہ تم انہیں نہیں جانتے۔ انہیں ہم جانتے ہیں۔ حقیقت میں یہ انداز گفتگو آپ ﷺ سے قرب و محبت ظاہر کرتا ہے۔ اس آیہ میں قطعاً" علم کی نفی والی بات نہیں۔

بات ہے سمجھ کی :۔ معترضین چاہے جتنی بھی آیات پیش کریں کہ ان سے آپ ﷺ کے علم مبارک کی نفی ہوتی ہے۔ دراصل یہ ان کے قرآن کو نہ سمجھنے کی دلیل ہے۔ قرآن کے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی معنی ہیں پھر اس کے سات باطن ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ ایک انداز بیان اور انداز گفتگو ہوتا ہے جو محب اور محبوب کے اپنے راز و نیاز ہیں۔ لیکن بیچارہ معترض اسے سمجھ نہیں سکتا اور ہر ایسی بات کو آپ ﷺ کے علم مبارک کی نفی کی طرف لے جاتا ہے جو حقیقتاً" معترض کے تحت الشعور کی عکاسی کرتی ہے کہ اس کے ذہن میں آپ ﷺ کی شان مبارک میں نقص نکالنا اس کا مدعا ہے۔ جس کی وجہ سے دنیا اور

آخرت برباد کر لیتا ہے۔ عقل یہ کہتی ہے کہ جس آیت کی سمجھ نہ آئے۔ تو بہتر ہے کہ سکوت اختیار کیا جائے بجائے اس کے کہ اپنی رائے دے کر غلط راہ پر چل کر ایمان برباد کرا بیٹھے۔

علم کے باب میں

معترضین کی پیش کردہ آیات کی وضاحت

تقویۃ الایمان کے مصنف نے پانچ قرآنی آیات جن میں لفظ 'غیب' اور لفظ 'علم' آتا ہے پیش کی ہیں۔ ان آیات کے غلط معنی اور غلط تشریح کر کے اس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کو بھی شرک ٹھہرایا ہے اور اس طرح اپنی خباثت کا اظہار کیا ہے۔ جب بصیرت کی کمی ہو تو پھر ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ اس سے بڑے گمراہ ہوتے ہیں اور بڑے راہ پاتے ہیں اور گمراہ نہیں ہوتے مگر فاسق۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفت یعنی "عطا" کا انکار کر کے انسان فسق تو کیا' کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اگلے صفحات میں ان پانچ آیات کی گرائمر اور لغت کے مطابق صحیح تشریح کر دی ہے۔ اس سے پہلے علم کے باب میں بہت وضاحت کے ساتھ عطائے علوم کا مطلب بیان کر دیا گیا ہے۔

۱۔ "وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ

ترجمہ۔ اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی۔ انہیں وہی جانتا ہے۔

اس آیۃ کے متعلق جو بات کہنے کے قابل ہے وہ یہ کہ اس ایک سطر سے پہلے والی چند آیات پڑھیں۔ جس میں خطاب کفار مکہ سے ہے ۶/۵۶ آیہ سے شروع کریں۔

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ قُل لَّا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ..... پھر آگے قل انی علی بینۃ من ربی وکذبتم بہ..... پھر آگے قل لم ان عندی......

ترجمہ۔ تم فرماؤ مجھے منع کیا گیا ہے کہ انہیں پوجوں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تم فرماؤ میں تمہاری خواہش پر نہیں چلتا...... تم فرماؤ میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو۔ تم فرماؤ اگر میرے پاس ہوتی وہ جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو تو مجھ میں اور تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا۔

تشریح :- ۱ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے بار بار فرمایا۔ قُل۔ قل۔ قُل۔ قل۔ قل۔ (یعنی آپ کہہ دیں)

(۲)۔ اس لئے کہ کفار مکہ کے ساتھ جھگڑا یہی تھا کہ وہ بتوں کی پوجا چھوڑ دیں۔

(۳)۔ لیکن کفار مکہ چیلنج کیا کرتے تھے کہ لے آؤ وہ عذاب جس کے متعلق تم کہتے ہو

اور کہتے تھے کہ ابھی لے آؤ یعنی جلدی کرو۔

(۴)۔ آقا ﷺ رحمتہ للعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نہیں لاؤں گا۔ (مَاكَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ)

(۵)۔ اسی بنا پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے کفار مکہ تمہارے بت جھوٹے الہ ہیں۔ ان کی پوجا چھوڑ دو۔ ان کے پاس سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ یہ کچھ نہیں جانتے۔ جاننے والا تو صرف اللہ ہے۔

(۶)۔ یعنی کہ یہاں بتوں (جھوٹے الہ) اور اللہ تعالیٰ میں علم کا موازنہ ہے نہ کہ آقا ﷺ کی ذات اقدس سے۔

(۷)۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔

(۸)۔ اس آیہ میں لَا يَعْلَمُ سے اشارہ بتوں کی طرف ہے۔

(۹)۔ نکتہ۔ اس میں آقا ﷺ کے علم مبارک کی نفی کہاں سے آگئی جن کے متعلق قرآن نے کہا وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ اور وہ نبی غیب بتانے میں بخیل ہیں۔

(۱۰)۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں آیات کا ٹکراؤ نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ایسا سمجھے تو وہ کافر ہے۔

ب۔ "قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ (۲۷/۶۵ النمل) تم فرماؤ غیب خود غیب نہیں جانتے جو کہ آسمانوں اور بیشک زمین میں ہیں مگر اللہ۔)

تشریح :- اس آیہ کی تشریح کا ربط پچھلی پانچ آیات ہیں۔ چنانچہ وہیں سے شروع کرتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے۔ ءَاللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ○ (۲۷/۵۹) کیا اللہ بہتر یا ان کے خود ساختہ شریک○ یا وہ جس نے آسمان و زمین بنائے اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے تمہاری طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑ اگاتے ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے) بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں یا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی اور اس کے بیچ میں نہریں نکالیں اور اس کے لئے لنگر بنائے اور دونوں سمندروں میں آڑ رکھی۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے) بلکہ ان میں اکثر جاہل ہیں یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے۔ برائی۔ اور تمہیں زمین کا وارث کر دیتا ہے۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے) بہت ہی کم دھیان رکھتے ہیں یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے اندھیروں میں خشکی اور تری میں اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوشخبری سنائی۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے) برتر ہے اللہ ان کے شرک سے یا وہ جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا۔ اور وہ جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے) تم فرماؤ کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

(ا) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا خطاب مسلسل کفار مکہ سے ہے اور پانچ فرمایا۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے)

(ب) کفار مکہ چونکہ بتوں کو پکارتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ آسمان و زمین میں بتوں کا تصرف ہے تب ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بتا کر بار بار کہا کہ کیا کوئی اور اللہ ہے۔

(ت)۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے حبیب ﷺ آپ ان بت پرستوں کو فرماؤ کہ غیب آسمانوں اور زمین کا میں (اللہ) جانتا ہوں نہ کہ کوئی اور (یعنی تمہارے جھوٹے الٰہ یعنی بت)

نکتہ۔ غور کریں اس آیۃ میں آقا ﷺ کے عطائی علم کی نفی کہاں سے آگئی؟

ت۔ "اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (۳۱/۳۴) بیشک اللہ ہی کے پاس ہے خبر قیامت کی۔ اور وہی اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے کہ جو کچھ ماوہ کے پیٹ میں ہے اور نہیں جانتا کوئی کل کیا کرے گا۔ اور نہیں جانتا کہ کوئی کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے"۔

تشریح :- اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل پانچ علوم کے متعلق فرمایا کہ اس کا علم اللہ کو ہے۔

ا۔ قیامت :- علوم کے باب میں تفصیل بیان کر دی ہے۔ مگر ایک نکتہ یاد رہے کہ آقا ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بتا دیں۔ اور نشانیاں وہی بتلا سکتا ہے جسے علم قیامت ہو۔ ورنہ کہہ سکتے تھے کہ مجھے تو قیامت کا پتہ نہیں۔ میں نشانیاں کیسے بتاؤں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب جبریل علیہ السلام بشری صورت میں حاضر ہوئے تھے اور صحابہ کرام بھی موجود تھے (دیکھا نور والا بشری لباس میں آیا)

ب۔ آسمان سے مینہ برسنا :- آقا ﷺ کے پاس تو لوگ بارش کی دعا کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے اور پھر آپ ﷺ دعا کرتے تو بارش ہوتی۔ پھر لوگ بھاگے بھاگے آتے کہ اب مزید بارش نہیں چاہیے۔ دعا کیجئے کہ بارش بند ہو جائے اور پھر آقا ﷺ دعا کرتے تو مدینہ کے اردگرد بارش رہتی مگر مدینہ میں نہ ہوتی۔

ت۔ لڑکا ہو گا یا لڑکی :- آقا ﷺ نے اپنی چچی ام فضل (حضرت عباسؓ کی بیوی) کو فرمایا کہ تم ابو الخلفاء کو جنم دو گی۔ اسے میرے پاس لانا۔ پھر ایسا ہی ہوا آپ کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن عباس لائے گئے۔

ث۔ کل کوئی کیا کرے گا :- بے شمار واقعات تو کیا آقا ﷺ نے قیامت کی نشانیوں اور فتنوں کی خبر دے دی جن میں نجدی فتنہ بھی شامل ہے۔

ج۔ کوئی کس زمین میں مرے گا :- آقا ﷺ نے بدر کے میدان میں کفار مکہ کی

موت کے متعلق بتا دیا اور پھر ایسے بہت سے واقعات ہیں جن کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

(ح) اس آیہ سے پہلی ایک آیہ کا اس سے ربط ہے۔ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ○ اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر دھوکہ نہ دے وہ بڑا فریبی (یعنی شیطان)۔ چونکہ شیطان کاہنوں کو ایسی تمام باتوں کے متعلق بتاتا ہے تو کبھی تکہ درست ہو جاتا اور کبھی غلط۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام باتوں کے متعلق کہا کہ اس کا علم مجھے ہے۔ (چنانچہ شیطان کی جھوٹی علمیت کے مقابل یہ آیہ آئی ہے)

(خ) قابل غور نکتہ :- ان تمام پانچ باتوں میں حضور ﷺ کے علم کی نفی کہاں سے آگئی۔

(ج) "قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ○ (۱۸۸/۷ الاعراف) تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو کچھ کہ اللہ چاہے۔ اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی۔ میں تو فقط ڈر سنانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔ انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

تشریح:- اس آیہ میں چند نکات سمجھنے ضروری ہیں۔ اگر وہ سمجھ لئے تو پھر آقا ﷺ کی شان مبارک سمجھنے میں کچھ شک نہ رہے گا (جیسا کہ مسٹر دہلوی اور اس کے پیروکاروں کو ہے)

نکتہ نمبر ۱:- الا ماشاء اللہ (مگر جو اللہ چاہے)۔ آقا ﷺ نے اظہار عبودیت کے طور پر اپنی جان اپنا اختیار اللہ تعالیٰ کی عطا کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ بلکہ آپ ﷺ تو وہی بولتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔ یعنی لب مبارک آپ کے ہلتے ہیں لیکن بولتا اللہ ہے۔ اس لئے ان آیات میں کوئی حیرت کی بات نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

نکتہ نمبر ۲:- اگر میں غیب جان لیا کرتا تو میں نے بہت بھلائی جمع کر لی۔ تمام بھلائیاں تو آپ ﷺ کی ذات اقدس پر مکمل ہو گئیں۔ اس میں کوئی شک کرے تو وہ کافر ہے۔ آپ ﷺ تو حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ (وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ) یعنی حکمت کے خزانے آپ ﷺ کے پاس ہیں اور پھر قرآن ایک جگہ کہتا ہے وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (۲/۲۶۹) اور جسے حکمت ملی اسے بہت بڑی بھلائی ملی چنانچہ بات واضح ہو گئی کہ آپ ﷺ تمام بھلائیوں کے مالک ہیں اور اس لئے غیب بھی جانتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

نکتہ نمبر ۳:- لقوم یومنون○ مومنوں کی قوم کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے آقا ﷺ کی صفات مبارک کا تعلق لوگوں کے ایمان سے منسلک کر دیا۔ یعنی جو صفات مان لیں وہ

مومن قوم ہیں اور جو نہ مانے وہ کافر ہیں۔

نتیجہ:- اگر حضور ﷺ کی محبت ہے تو پھر سب کچھ سمجھ آجائے گا۔

معترضین کا آیات پیش کرنے کا طریقہ

(ا) عموماً مجھ جیسے انسان نے (جو کہ پیشہ ور مولوی نہیں) یہ بات نوٹ کی ہے کہ معترضین و منافقین قرآن کی کسی آیہ جس میں لفظ "غیب" آتا ہو فوراً پیش کرتے ہیں حالانکہ وہ صرف ایک بڑی آیہ کا حصہ ہی ہوتا ہے۔ یہ لوگ نہ اس آیہ کا پچھلی آیتوں سے ربط دیکھتے ہیں اور نہ ہی شان نزول کہ یہ کس صورت کے تحت نازل ہوئی۔ بس لفظ غیب اور اس سے پہلے یا آگے "لا" دیکھا تو فوراً اعتراض کرنے بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے پانچ آیات جو انہوں نے پیش کیں۔ ان سب میں سے آقا ﷺ کی شان مبارک ہی اجاگر ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو یہ قرآن تو آپ ﷺ کی شان میں قصیدہ ہے۔

(ب)۔ ایک معترض کو میں نے یہ کہا کہ ایسا نہ کیا کرو۔ اگر تم کسی آیہ کا ایک ٹکڑا پیش کر کے اعتراض کا تیر چلاتے ہو تو پھر میں ایک آیہ کہتا ہوں۔ وہ ہے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ یعنی نماز کے نزدیک مت جاؤ۔ اب فتویٰ دو۔ حکم بنتا ہے کہ نماز کے نزدیک مت جاؤ اور تم کہتے ہو نماز پڑھو۔ پھر کم عقل لاجواب ہوا۔ کہتا ہے کہ اس کے آگے بھی پڑھیں۔ وہ ہے وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی۔ جب تم نشے کی حالت میں ہو۔ چنانچہ اسی طرح ہر آیہ کو بے موقع بغیر سوچے سمجھے پیش کرنا جہالت کا ثبوت ہے اور دعویٰ کرتے ہیں مولانا ہونے کا۔

(پ) میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ اپنا ایمان برباد ہونے سے بچائیں۔ اگر قرآن و احادیث کی سمجھ نہیں آتی تو کسی اہل علم سے پوچھیں۔ اہل علم وہ ہو گا جو عقل مند ہو گا اور عقلمند وہی ہو سکتا ہے جس کے دل میں آقا ﷺ کی محبت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہو گی۔ اسی محبت رسول کی وجہ سے اس میں بصیرت (دل کی آنکھیں) ہو گی۔ اور جب بصیرت ہو تو پھر قرآن و احادیث بڑی آسانی سے سمجھ آجائیں گے۔ ہر طرف محبوب ﷺ کی ہی تصویر نظر آئے گی۔ دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی۔

۔ **منکرین کے اعتراضات کی وجہ** :- آقا ﷺ کے علم مبارک کے کلی ہونے سے کئی لوگوں نے زبانی اور تحریری اعتراضات کر کے دنیا اور آخرت برباد کر لی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کلمہ گو ہونے کے باوجود کلمہ پڑھانے کا احسان بھلا بیٹھے۔ کتنی بددیانتی، بدعقلی، بداخلاقی اور بے مروتی ہے اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ **قرآن کی بصیرت سے محرومی** :- یہ لوگ علماء ہونے کے باوجود قرآن کو سمجھنے کی بصیرت سے محروم ہو گئے۔ اصل وجہ نفاق کی بیماری ہے۔

ب۔ **دلوں میں نفاق کی بیماری** :- جو کہ آقا ﷺ کی ذات اقدس سے محبت نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ دل تو ایک بہت گہرا سمندر ہے جس کی گہرائی کا پتہ نہیں چلتا۔ دل کی بیماریوں کی تفصیل میں جانے سے پہلے اگر آپ قرآن کے شروع میں غور کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لا ریب فیہ اس میں کوئی شک نہیں اب شک بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے اور اس کا متضاد یقین ہے جو ایک منزل ہے گویا کہ یہ مسئلہ یقین کا ہے۔ قرآن پڑھیں تو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے دل کی مندرجہ ذیل بیماریاں گنوائی ہیں۔

(ا) دلوں میں شک ہوتا ہے' (۱۰/۹۴)۔ (۲) دلوں میں مرض' (۵۰/۲۴)۔ (۳) دلوں پر مہر' (۹/۹۳)۔ (۴) دل پلٹ گئے' (۹/۱۲۷)۔ (۵) دل اندھے ہوئے' (۲۲/۴۶' ۲۲/۷۲/۱۷)۔ (۶) دل بے نور' (۲۴/۴۰)۔ (۷) دل ٹیڑھے' (۳/۷)۔ (۸) دل پر غلاف' (۱۸/۵۷)۔ (۹) دل مردہ' (۳۰/۵۲)۔ (۱۰) دل ناسمجھ' (۷/۱۷۸)۔ (۱۱) دل پتھر ہوتے ہیں' (۲/۷۴)

ت۔ **عربی گرائمر سے نابلد** :- حیرت ہے کہ قرآنی آیات کا لغت کے مطابق صحیح ترجمہ نہیں کرتے۔ خیانت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قرآن کی آیتوں کو (ا) ہرانے کی کوشش کرتے ہیں' (۳۴/۵)۔ (۲) انکار کرتے ہیں' (۲۹/۴۷)۔ (۳) جھگڑا کرتے ہیں' (۴۰/۴)۔ (۴) ٹیڑھے چلتے ہیں' (۴۱/۴۰)

ث۔ **کفار و منافقین کی عادت** :- کفار مکہ نے اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے دعوت حق کو ٹھکرایا اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق بتایا کہ یہ کہتے ہیں اِنْ کَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ

اِلٰھَتِنَا لَوْ لَا اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْھَا (۲۵/۴۲) ترجمہ۔ قریب تھا کہ یہ (دعوت حق) ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دے اگر ہم ہٹ دھرمی پر قائم نہ رہتے۔ یعنی کہ ہم نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ ہم نے دعوت حق کو کسی صورت میں بھی ماننا نہیں۔

ج۔ انکار کرنے کی ضد :- ہٹ دھرمی کہ ہم نے نہیں ماننا۔ یہ تو بلکہ عین قول الٰہی ہے۔ وَاِنْ تَدْعُھُمْ اِلَی الْھُدٰی فَلَنْ یَّھْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا○ ترجمہ۔ اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ پس وہ کبھی بھی ہدایت کی طرف نہ آئیں گے۔

۳۱۔ اللہ تعالیٰ پکڑے گا۔ قیامت کے دن :- اس دنیا میں تو ان منافقین نے آقا ﷺ کی ذات اقدس' کمالات' جمالات' اوصاف' معجزات میں خوب نکتہ چیںیاں کی ہیں۔ اور شرک کے فتوے لگانے کے لئے دن رات کام کر رہے ہیں۔ مگر ایک دن آنا ہے جسے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ میرا دن ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ ایسے سنایا۔ اَلَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ○ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ○ (۱۵/۹۳) جنہوں نے کلام الٰہی کو تکے بوٹی کیا۔ تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔ پھر آگے ارشاد ہوا۔ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ (۱۵/۹۵) بیشک ان ہنسنے والوں پر ہم کافی ہیں آپ کو۔ یعنی کہ ان خبیثوں سے نپٹنے کے لئے ہم کافی ہیں۔ تو یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ۔ اب اندازہ کریں کہ جنہوں نے آقا ﷺ کے "کلی علم مبارک" کا مذاق اڑایا وہ بھلا کیسے بچیں گے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے۔

عطائے علوم کے چار نکات

(۱) معلم کون' (۲) کب' (۳) کیسے' (۴) کتنے

محمد رسول اللہ ﷺ صاحب کلی علم غیب ہیں

تمہید :- علم غیب ایک بہت ہی اہم موضوع ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نظام کا ایک حصہ ہے جو اس کائنات کو چلانے کے لئے اپنے انبیا کرام کو جتنا چاہے عطا کر دیتا ہے۔ اور اس نسبت سے اس نے اپنے حبیب ﷺ کو "کلی علم" عطا کر دیا۔ قرآن کی متعدد آیات اس کی دلالت کرتی ہیں اور احادیث بھی گواہ ہیں اس کے علاوہ واقعات نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ آقا ﷺ کو کلی علم غیب حاصل ہے۔ جیسے فتنوں کے متعلق بتایا اور قیامت کی نشانیاں بتا دیں۔ جو کہ آج کل ہو رہا ہے اور اسے "صاحب کلی علم غیب" نے چودہ سو سال پہلے بتا دیا۔ اس موضوع کو سمجھنے کے لئے چار نکات جاننا ضروری ہیں۔

کون معلم؟

یہ بہت ہی آسان فہم بات ہے۔ قرآن نے کہا اَلرَّحْمٰنُ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ یعنی رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی اور تعلیم لینے والے محبوب ﷺ جن کا معلم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ جبریل علیہ السلام کی حاضری صرف شریعت کے تقاضوں کو پوری کرنے کے لئے ہوتی تھی۔ تاکہ کفار کا کوئی اعتراض نہ ہو۔ پورا قرآن اگر غور کریں تو ایسے لگتا ہے جیسے محب اور حبیب کی گفتگو ہے۔ سورہ بقرہ کی آخری آیات کیسے اتریں اس وقت جبریل موجود نہ تھے۔ شب معراج کو محب اور حبیب آمنے سامنے تھے۔ محب نے حبیب سے کہا تو یہ کہ دے (عقلمندوں نے فوراً جان لیا کہ یہ باتیں پہلے بھی ہوئی ہیں تب ہی تو کہا کہ اے حبیب تو وہ کہہ) جبرئیل علیہ السلام کو بھی اگلی صبح ہی پتہ چلا ہو گا۔ تفسیر روح البیان کے حوالے سے فرمان رسول ﷺ درج ہے۔

تفسیر روح البیان مولانا اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۲ھ :- قال اذ یغشی

السدرۃ۔ مایغشی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فراش من ذھب۔ قال فاعطی رسول اللہ علیہ السلام ثلاثا اعطی الصلوۃ الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ وغفر لمن لا یشرک باللہ شیا من امتہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خبر المعراج قربنی اللہ وادنانی الی سندس العرش ثم الھمنی اللہ۔

ان قلت :- معراج کی رات میرے اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قریب کیا یہاں تک کہ میں عرش کے پائے تک پہنچا تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا کہ میں کہوں۔

قُلْتُ۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح رسولوں کے مابین تفرقہ نہیں کرتے۔

قال (اللہ نے کہا)۔ فَمَا قَالُوْا (یہودیوں اور نصرانیوں نے کیا کہا)

قلت) (محمد)۔ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَالْمُؤْمِنُوْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

قال (اللہ)۔ صَدَقْتَ فَسَلْ تُعْطَ

فقلت (محمد)۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

قال (اللہ) قَدْ رَفَعْتُ عَنْکَ وَعَنْ اُمَّتِکَ الْخَطَاَ وَالنِّسْیَانَ وما استکرھوا علیہ

فقلت (محمد)۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا (یعنی الیھود) یہود و نصاریٰ کی طرح مشقت میں نہ ڈالنا

قال (اللہ)۔ لَکَ ذٰلِکَ اُمَّتِکَ (اے میرے محبوب میں نے آپ کی امت کے لئے یہ بات مان لی ہے)

قلت (محمد)۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

قال (اللہ)۔ قَدْ فَعَلْتُ (میں نے ایسا ہی کر دیا)

قلت (محمد)۔ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ

قال (اللہ)۔ قَدْ فَعَلْتُ (میں نے یہ بھی کر دیا)

علوم کی عطا

کب عطا ہوئے :- یہ نکتہ سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ بڑے بڑے علماء، مفتی، علامہ، مولوی، مولانا، شیخ القرآن وغیرہ یہ آسان بات سمجھ نہیں رہے۔ یا تو دل میں پختہ یقین کی کمی ہے اور یا پھر مقیاس ذہانت کا معیار بہت کم ہے۔ علوم کب عطا ہوئے۔ جواب بہت آسان ہے وہ یہ کہ جب نبوت و رسالت ملی۔ اگلا سوال یہ پیدا ہوا کہ نبوت و رسالت کب ملی۔ صحابہ کرام کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم روح اور جسد کے درمیان تھا۔ اس سے ایک اور دلیل آپ ﷺ کی نورانیت کی ملی کیونکہ آدم سے پہلے نور ہی نور تھا۔ آپ ﷺ کے اول تخلیق ہونے کی مندرجہ ذیل دلیلیں ہیں۔

سب سے اول :- (۱) قرآن میں ذکر ہے۔ انا اول المسلمین (۳-۱۶۳/۶ الانعام)

قرآن میں ذکر ہے۔ انا اول العابدین○ (۴۳/۸۱)

(۳) قرآن میں ذکر ہے۔ ان اکون اول من اسلم○ (۶/۱۴)

شب معراج اللہ تعالیٰ نے کہا :- تفسیر در منثور ج ۴ ص ۱۴۶ میں درج ہے کہ محب اور حبیب کی آمنے سامنے گفتگو ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اور باتوں کے علاوہ کہا۔ وَجَعَلْتُکَ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ خَلْقًا وَّاٰخِرَھُمْ بَعْثًا۔ اور میں نے آپ کو تمام انبیاء میں اول تخلیق کیا اور بعثت آخر میں۔

رسول اللہ نے فرمایا :- آقا ﷺ کے لب مبارک سے جو الفاظ نکلے وہ حدیث بن گئے قرآن بن گئے۔ شریعت کا حکم بن گئے۔ نماز بن گئے۔ (نماز کا ذکر میں نے اس لئے کہا کہ ثناء التحیات اور درود ابراہیمی قرآن کی کسی سورت میں نہیں ہے چنانچہ آپ ﷺ نے جو فرمایا کہ ایسے پڑھو یہی نماز ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے الفاظ نماز بن گئے۔ جو کم علم جاہل کہے کہ انہیں قرآن کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں تو پھر وہ سوچ

لے۔ اس کی نماز کس حیثیت میں ہیں)

(ا) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُورِی۔ سب سے اول میرے نور کی تخلیق ہوئی اور پھر اس نور نے پڑھا لا الہ الا اللہ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا محمد رسول اللہ۔

(ب) انا اول کے ضمن میں یہ بات سمجھنا بہت ضروری ہے کہ جب اللہ نے رسالت سے نوازا تو تمام اوصاف عطا ہو گئے۔ یعنی تمام علوم عطا ہو گئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب صرف اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ تھے اور کوئی تیسرا نہ تھا۔ تیسری چیز کا بھی بتا دوں۔ وہ قلم کی تخلیق تھی۔ اور پھر اس کے بعد چوتھی چیز لوح کی تخلیق تھی۔

غلط فہمی کا ازالہ عقلی دلیل سے :- کہتے ہیں کہ سب سے پہلے قلم کی تخلیق کی گئی۔ اگر یہ بات ہو تو پھر عقل یہ کہتی ہے کہ قلم کا رسول کون تھا؟ کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ مخلوق ہو اور رسول نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ خود تو رسول نہیں ہے۔ اس لئے اس کا نظام یہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ ساتھ رسول بھی آتا ہے اور چونکہ رسول مخلوق سے افضل ہوتا ہے اس لئے لازمی ہے کہ رسول کی تخلیق پہلے ہوئی ہو اور قلم کی تخلیق بعد میں۔

حاصل کلام :- اوپر دیئے گئے آسان فہم قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت ہوا کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کو علوم اس وقت عطا ہوئے جب "عالم نور" میں اللہ تھا اور محمد رسول اللہ تھا۔ کوئی تیسرا نہ تھا۔ (شب معراج کے واقعات کا تعلق قرب الٰہی سے ہے۔ مولوی صاحب سمجھنے کی کوشش کریں)

عطائے علوم

(ا) علوم کیسے عطا ہوئے :- یہ سمجھنے سے پہلے ایک بات جو انسان کے ذہن میں الجھن پیدا کرتی ہے اسے دور کر دینا ضروری ہے وہ یہ کہ انبیاء کرام کو علوم کی تعلیم ایسے نہیں دی جاتی جیسے کہ کوئی ماسٹر اپنے شاگردوں کو کلاس روم میں پڑھاتا ہے۔ چنانچہ اس بات کو تو بھول جائیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہو گا۔

(۲) انبیاء کرام کو جب نبوت سے نوازا جاتا ہے تو نور نبوت کے ساتھ جتنا علم اللہ تعالیٰ دینا چاہے وہ نور علم نبی کے سینے میں منتقل ہو جاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ ھُوَ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ فِی صُدُورِ الَّذِینَ اُوتُوا الْعِلْمَ (۲۹/۴۹ عنکبوت)۔ ترجمہ۔ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا۔

تشریح :- علم ایک نور ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک ہے وہ چونکہ "عالم الغیب" ہے اس لئے وہ جتنا نور علم عطا کرنا چاہے وہ انبیاء کرام کو نور عطا کر دیتا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کو کوئی جامعہ بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

آدم علیہ السلام کی چھینک :- جب آدم علیہ السلام کے جسد میں روح داخل ہوئی سر کے راستے سے تو آدم کو چھینک آئی۔ اس پر انہوں نے فوراً کہا الحمدللہ۔ یعنی کہ شکر الٰہی بجا لائے۔ اب یہ کہنا اس لئے تھا کہ ان کو عالم ارواح میں جتنا علم اللہ تعالیٰ نے دینا تھا عطا کر دیا تھا۔ یہ نہیں ہوا کہ اسوقت جبرئیل آئے ہوں اور انہوں نے کہا کہ آدم اب تم یہ کہو۔

عالم ارواح کا عہد

اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ اور یاد کرو جب اللہ نے اپنے انبیاء سے عہد لیا۔ جو میں نے تمہیں کتاب اور حکمت دی۔ خطاب الٰہی میں لفظ انبیاء استعمال ہوا وہ اس لئے کہ نبی کے معنی غیب کی خبریں بتانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں علوم غیب جتنے چاہے عطا کر دیئے تھے۔ اس لئے انہیں انبیاء سے مخاطب کیا یہ تو عقل نہیں مانتی کہ اللہ انہیں نبی بھی کہے اور بے علم رکھے۔ اور دوسری بات یہ کہ انہیں نبوت و کتاب و حکمت عطا ہو چکی تھی۔ دنیا میں تو شریعت کی ضرورت کے مطابق ظہور کرنا ہوتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کا اعلان نبوت :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا تو سب علماء کرام جانتے ہیں سورۃ مریم میں بہت تفصیل سے ہے۔ یہاں نبوت کی عطا کے حوالے سے اتنا ذکر ضروری ہے۔ مریم کی قوم نے جب انہیں اس بچے کے متعلق سوال کیا تو مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے چوپالنے میں بچہ ہے۔ پھر عیسیٰ بولے۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (۱۹/۳۰) فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا۔

تمام باتیں ماضی سے متعلق ہوئیں۔ کتاب دی (اٰتٰنِیَ) نبی کیا (جَعَلَ)۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ نبی پیدائشی نبی اور دنیا میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں ہی نبی ہوتا ہے۔

حاصل کلام :- اوپر دیئے ہوئے قرآنی دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ علم نور کو اپنے انبیاء کو نبوت سے نوازتے وقت ہی عطا کر دیتا ہے۔ اور یہ ان انبیاء کی اس دنیا میں آمد سے پہلے (اس دنیا میں) ہوتا ہے۔ اسی بنا پر آقا ﷺ کو نور رسالت اس وقت عطا ہوا جب اللہ اور رسول کے علاوہ کوئی تیسرا نہ تھا۔ اور پھر جب اللہ نے کہا (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) تو تمام علوم بھی عطا ہو گئے۔

عطائے علوم (کلی) TOTAL

کتنے علوم :- جب معلم کا پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ ہے اور علوم کب عطا ہوئے اور کیسے عطا ہوئے یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب اصل مسئلہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں کہ کتنے علوم عطا ہوئے۔

عقلی دلیل :- عقل یہ کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کو سب سے اول تخلیق کر کے رسالت سے نوازا۔ اور پھر تمام اوصاف کے ساتھ ساتھ علوم بھی عطا کئے۔ پھر اس کے بعد باقی کائنات کی تخلیق ہوئی۔ رسالت کے اعزاز ملنے سے پہلے آپ کچھ نہ جانتے تھے۔

قرآن کیا کہتا ہے :- قرآن کی چند آیات میں دیکھتے ہیں کہ کتنے علوم عطا ہوئے۔ اس سے پہلے کُلِّ شَیْءٍ کے الفاظ بار بار آیات میں آئے۔ آپ ﷺ نے بھی فرمایا کہ میں نے سب کچھ (کُلِّ شَیْءٍ) جان لیا۔

ا۔ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ○ :- ترجمہ۔ اور علم دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

تشریح :- اسے سمجھنے کے لئے تین باتیں سمجھنا لازمی ہے۔

(ا) اگر ہم کہیں کہ آپ بغیر علوم کی عطا کے سب کچھ جانتے تھے تو پھر یہ ذاتی ہو جاتا ہے۔ جو کہ ایسا نہیں ہی۔

(۲) اس آیہ میں لفظ (ما) کی گہرائی میں جانا ضروری ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کچھ کی تعلیم دی اور کچھ جانتے تھے تو پھر یہ عطائی اور ذاتی کا مرکب ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ٹھیک نہیں۔

(۳) آخری اہم بات یہ ہے کہ ابھی عقلی دلیل سے معلوم کیا کہ عطا سے پہلے آپ "سب کچھ" نہ جانتے تھے تو پھر لفظ (ما) کا "جو کچھ" آپ نہ جانتے تھے آپ کو تعلیم دی کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو "سب کچھ" کی تعلیم دی کیونکہ اس سے پہلے آپ "سب کچھ" نہ جانتے تھے۔

'ما' کو سمجھانے کے لئے ایک اور مثال :- قران میں ہے لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰت

وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ یعنی اسی (اللہ) کا سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ تو اب ظاہر ہوا کہ "ما" اسم موصولہ ہے اور اس کے معنی "سب کچھ" کے ہیں۔

(ب) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ :۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

تشریح :۔ بظاہر تو یہ آیت اطاعت کی ہے۔ لیکن عقلی دلیل سے اس میں "کلی علوم" کے باطنی معنی نکلتے ہیں مندرجہ ذیل نکات غور طلب ہیں۔

(ا) جو چیز یعنی ذرہ ذرہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ رسول کی بھی اطاعت کرے گا۔ تب ہی تو اس آیہ کا صحیح مطلب ہو گا۔

(۲) اب اللہ کی اطاعت کے متعلق لفظ "من" آیا ہے کہ "سب کچھ" جیسے ایک اور آیت ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔

(۳) چنانچہ "من" میں ذرہ ذرہ اپنی آخری حیثیت یعنی Atom تک آگیا (اس سے آگے اس کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے) اس لئے ذرہ ذرہ آپ ﷺ کا مطیع ہوا۔

(۴) اب سوال یہ ہے کہ مطاع کو اپنے مطیع کا علم ہونا چاہئے۔ عقل تو یہی کہتی ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو ذرے ذرے کا علم ہے یعنی "کلی علم" حاصل ہے۔

(ت) وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۲۱) اے حبیب ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

تشریح :۔ رب العالمین اور رحمتہ للعالمین میں عالمین یعنی جہاں برابر ہیں۔ کہتے ہیں اٹھارہ ہزار جہاں ہیں تعداد کی برابری اللہ نے بتائی۔ یہ نہیں کہا کہ میں تو سب جہانوں کا رب ہوں اور تو پچاس یا ساٹھ ستر فیصد کا۔ برابر تعداد ہے تو پھر شرک ہونا چاہئے۔ مگر نہیں عطا میں شرک نہیں ہوتا۔ رحمتہ للعالمین کے لئے ضروری ہے۔

(ا) اٹھارہ ہزار جہانوں میں سب کچھ ہو رہا ہے اسے اس کا علم ہو۔

(۲) اٹھارہ ہزار جہانوں پر رحمت کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

(۳) اٹھار ہزار جہانوں میں اس کی پہنچ ہو۔

(۴) اٹھارہ ہزار جہانوں پر رحمت کرے اور رحمت ختم نہ ہو۔

حاصل کلام :۔ تمام جہانوں کا "کلی علم" یعنی سب کچھ (Total) کا علم آپ ﷺ کو عطا ہوا اور اس بنا پر آپ ﷺ "صاحب کلی علم غیب" ہیں۔ یہ سارا معاملہ یقین کا ہے۔ یقین ایک منزل ہے جہاں پر پہنچنے کے لئے در مصطفیٰ ﷺ کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور راہ مصطفیٰ ﷺ پر چل کر بندہ یقین کی منزل تک پہنچ ہی جاتا ہے۔

کلی علوم کی چند مثالیں قرآن سے

تقاضائے اعلان بعثت :- یہ شریعت کا تقاضا تھا کہ کفار مکہ کے سامنے چالیس سال گزار کر اعلان بعثت کیا جائے۔ تاکہ کفار مکہ کو موقع ملے کہ آپ (ﷺ) کی سیرت طیبہ ان کے سامنے ہو۔ اسی لئے کفار نے "امین" اور "صادق" کے القابات دیئے تھے۔ یہ نبی (ﷺ) کی کوئی مجبوری نہ تھی کیونکہ نبی تو ہر وقت نبی ہوتا ہے۔ عالم ارواح میں بھی سب نبی و رسول تھے۔ "لَمَآ اٰتَیۡتُکُمۡ مِّنۡ کِتٰبٍ وَّحِکۡمَۃٍ" میں اتیت (فعل ماضی ہے) یعنی کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جو میں نے دی۔ چنانچہ انبیاء و رسل کو علم عطا ہو چکا۔ اس دنیا میں آنے سے پہلے۔ (بات ہے سمجھ کی)

ان انبیاء سے پوچھو جو آپ (ﷺ) سے پہلے گزر چکے :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اے حبیب (ﷺ) ان سے پوچھیں جن کو میں نے بھیجا آپ (ﷺ) سے قبل رسولوں میں سے۔ کہ کیا رحمٰن نے اور بھی معبود پیدا کئے کہ ان کی پوجا کی جائے۔ اس سے بڑی اور دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ آپ (ﷺ) کو تمام انبیاء جو (ہزاروں سال پہلے آئے) کے متعلق پیغامات جو انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو دیئے ان کا بھی علم ہے اگر (نعوذ باللہ) علم نہ ہوتا تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ میں تو ان کو جانتا ہی نہیں تو ان سے کیا پوچھوں۔

حشر کے دن گواہی :- فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍۭ بِشَہِیۡدٍ وَّجِئۡنَا بِکَ عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ شَہِیۡدًا○ اے حبیب (ﷺ) تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے گواہ (نبی) لائیں گے پھر ان سب پر آپ ﷺ کو گواہ بنا کر لائیں گے قیامت کے دن تمام انبیاء کرام کی نبوت و حکمت کے متعلق آپ اس عہد (میثاق) کے مطابق (جو کہ عالم ارواح میں ہوا) کی تصدیق کریں گے۔ تصدیق وہی کرتا ہے جسے علم ہو کہ ان تمام انبیاء نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی اپنی امتوں کو دیا۔ علم مبارک کی کتنی بڑی بڑی دلیل ہے کہ زمانے کے لحاظ سے جتنے بھی انبیاء حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک گزر چکے ان سب کے پیغامات جو انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو دیئے سب معلوم ہیں۔ تب

ہی تو گواہی دیں گے۔ اگر معلوم نہ ہوں تو کہتے کہ میں تو سب کے بعد آیا مجھے کیا معلوم انہوں نے کیا پیغامات دیئے۔ گواہ کے لئے لازم ہوتا ہے کہ اس سے وقوعہ کا علم ہو۔ اس نے آنکھوں سے دیکھا ہو کانوں سے سنا ہو۔ اور ضرورت کے مطابق بات چیت بھی کی ہو۔ تب ہی تو گواہی قبول ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا تمام علوم کے حامل ہیں۔

نتیجہ :- اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور ہمارے آقا ﷺ کی تخلیق نور سے کر کے عالم نورانیت میں ہی رسالت عطا کی اور ساتھ ہی علوم بھی عطا کر دیئے چونکہ آپ عطا سے پہلے "سب کچھ" نہ جانتے تھے اس لئے "سب کچھ" عطا کر دیا پھر جب قلم کی تخلیق کی اور کہا لکھ تو اس نے جب یہ لکھا اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ تو گویا اس لکھنے سے پہلے علوم عطا ہو چکے تھے (عَلَّمَ فعل ماضی ہے)۔ نتیجہ یہ نکلا آپ ﷺ "صاحب کلی علم غیب" ہیں۔

شریعت کا راز :- اللہ تعالیٰ نے حضرت جرائیلؑ کو یہ ڈیوٹی دی ہے کہ اس کے انبیاء کو اس کا پیغام پہنچائیں جسے وحی کہتے ہیں کفار مکہ کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ ہمارے آقا ﷺ کے پاس فرشتہ کیوں نہ آیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے در پر چوبیس ہزار دفعہ حضرت جرائیلؑ کو بھیجا۔ یہ کفار کے اعتراض کا رد اور شریعت کا تقاضا بھی تھا۔ جب ایک دفعہ حضرت جرائیل سورۂ کٓھٰیٰعٓصٓ لے کر آئے اور پیارے آقا ﷺ سے کہا کہ پڑھئے کاف۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا جان لیا۔ جرائیلؑ نے کہا، پڑھئے ھا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا جان لیا اسی طرح یا۔ ع۔ ص کے ساتھ ہوا اور آپ (ﷺ) نے آگے بھی پڑھ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے القا کیا کہ اس سے آگے نہ پڑھئے۔ جو کہے وہ کہہ دیجئے۔ کیونکہ جرائیلؑ کو پتہ نہیں۔ کیونکہ قرآن تو آقا ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے پڑھایا (الرحمٰن علم القرآن) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔ لَا تُحَرِّکۡ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعۡجَلَ بِہٖ○ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَقُرۡاٰنَہٗ○ فَاِذَا قَرَاۡنٰہُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَہٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ○ (سورہ القیٰمۃ) ترجمہ۔ آپ (ﷺ) اپنی زبان کو اس کے ساتھ حرکت نہ دیں اس کے ساتھ جلدی کرنے کے لئے بیشک اس کا جمع کرنا اور قرات ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم پڑھ چکیں اس وقت

پڑھے ہوئے کی اتباع کریں۔ پھر بیشک ان کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے غور طلب بات یہ ہے کہ جبرائیلؑ جو پڑھے آپ بھی پڑھ دیں اور بس (جبرائیلؑ کو نہیں پتہ کہ آپ تو حافظ قرآن ہیں۔ اور یہی تو شریعت کا راز ہے جسے کھلنا نہیں چاہیۓ) بعض مفسرین نے لِتَعۡجَلَ کا ترجمہ کرتے وقت (یاد کرنے کی جلدی) اپنے پاس سے لگا لیا ہے۔ ایک تو اس عربی لفظ میں کہیں بھی "یاد کرنے" کا معنی نہیں نکلتا۔ اور دوسرا بھلا حافظ قرآن کو کون پڑھائے؟

اا۔ حافظ قرآن ہونے کی عقلی دلیل :- جس ہستی کو صاحب قرآن کہتے ہیں۔ اور جس کے لب مبارک سے جو الفاظ نکلیں وہ قرآن ہیں۔ حدیث ہیں۔ شریعت ہیں۔ کیونکہ وہ تو اپنی خواہش سے بولتا ہی نہیں۔ پھر جہاں معلم خود اللہ تعالیٰ ہو تو یہاں نہ تو کوئی مسئلہ یاد کرنے کی جلدی کا ہوتا ہے اور نہ ہماری طرح انہیں رَٹا لگانے کی ضرورت ہے۔ بس یہاں تو محب اور حبیب محو گفتگو ہیں۔ یہاں تو علم نور الٰہی سے نورِ مجسم میں چلا جاتا ہے۔ چنانچہ عقل یہ کہتی ہے کہ جو صاحب قرآن ہے حامل قرآن ہے وہ یقیناً حافظ قرآن بھی ہے۔

علم رسول ﷺ کے قابل فہم نکات

(۱) قرآن میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ فلاں بات کا علم رسول اللہ (ﷺ) کو نہیں۔

(۲) آپ ﷺ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ مجھے علم نہیں دیا گیا۔ بلکہ اپنے اظہار عبودیت کے لئے فرمایا کہ اس کا علم تو اللہ کو ہے۔

(۳) بعض مواقع پر نہ بتانا ہی مقصود تھا کہ امت کی تعلیم ہو۔

(۴) بعض مواقع پر نہ بتایا تاکہ یہ سنت بن جائے۔ (جیسے انشاء اللہ کہنا)

(۵) بعض موقعوں پر اس لئے نہ بتایا کہ ایک ایسی صورت حال بن جائے کہ امت کے لئے مراعات مل جائیں۔ جیسے تیمم کی سہولت۔ (ہار کے متعلق نہ بتانے میں یہ حکمت کارفرما تھی۔ اگر بتا دیتے تو قافلہ چل پڑتا اور پھر فجر کے وقت کسی کنویں کے پاس پڑاؤ ہو سکتا تھا اور تیمم کے ذکر کی بات نہ ہوتی۔)

(۶) بعض صورت حال اللہ تعالیٰ نے پیدا کی۔ بیعت رضوان کے متعلق۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر اللہ نے پھیلا دی۔ پھر بیعت کے وقت اللہ نے کہا یَدُاللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ اللہ کا ہاتھ ان سب کے ہاتھوں پر۔ منافق اعتراض کرتا ہے کہ عثمان کی شہادت کے ہونے یا نہ ہونے کا علم آپ ﷺ نہ تھا (نعوذ باللہ)۔ اگر ایسا ہے تو کیا (نعوذ باللہ) اللہ کو بھی علم نہ تھا؟۔

(۷) بعض باتیں امت کی بہتری کے لئے نہ بتائیں۔ جیسے قیامت کا وقت—— اگر پتہ لگ جائے تو کائنات کا نظام رک جائے۔

(۸) عقلی دلیل یہ ہے کہ جب جبریل نے پوچھا کہ پھر قیامت کی نشانیاں ہی بتا دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے نشانیاں بتلا دیں نشانیاں تو وہی بتا سکتا ہے جسے قیامت کا علم ہو۔ ورنہ کہہ دیتے مجھے قیامت کا علم نہیں تو میں نشانیاں کیا بتاؤں۔

(۹) یہ عالم اسباب ہے ہر واقعہ دوسرے سے منسلک ہے۔ اپنے ہی گھر کی مثال لے لیجئے۔ گھر کا سربراہ کئی باتیں جانتے ہوئے گھر والوں سے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے کیونکہ وہ گھر کے نظام اور دیگر باتوں کو بہتر طور پر سمجھتا ہے۔

(۱۰) آخری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آقا ﷺ کو "کلی علم" عطا کیا اور کلی علم دینے سے شرک نہیں ہوتا۔

(۱۱) عالم اسباب ہونے کے ناطے ہر واقعہ ایک دوسرے سے منسلک ہے۔ اسی لئے روز حساب ہے منکرین و منافقین کے اعتراضات اتنے نامعقول اور کم عقلی پر مبنی نہیں کہ اس کی عقل پر جتنا بھی ماتم بھی کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف انبیاء بھیجے۔ کئی کو بنی اسرائیل نے ناحق قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے "ویقتلون النبیین بغیر حق" پھر تو ان بیوقوفوں کو یہ اعتراض بھی کرنا چاہیے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو پتہ نہیں تھا اور وہ انبیاء کو ناحق قتل کرواتا رہا (استغفراللہ)۔ یاد رہے ناحق قتل ظلم ہے اور (معاذ اللہ) اللہ کیا ظالم ہے؟

(۱۲) آخری بات یہ ہے کہ معترضین کی دل کی بیماریاں ہی انہیں کی طرف لے جاتی ہیں اور ان بیماریوں کو دور کرنے کے لئے تزکیہ نفس کے ماہر (Specialist) بھی موجود ہیں۔ انہیں ان کی طرف رجوع کرنا چاہیے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر سورۃ فاتحہ میں ہوا۔ صراط الذین انعمت علیھم (ان کا رستہ جن پر اللہ نے انعامات کئے)۔

نتیجہ:۔ نبی کریم ﷺ کا کسی وقت نہ بتانا۔ یا بتا دینا یا خاموشی اختیار کرنا یہ سب باتیں شریعت کی ضرورت کی متقاضی ہوتی ہیں۔ جبریل علیہ السلام کا آنا بھی شریعت کی ضرورت (Requirement) ہے۔ چنانچہ یہ سب باتیں آقا ﷺ کے "صاحب کلی علم غیب" ہونے میں کوئی اثر اندازی نہیں کرتیں۔ کیونکہ نبی تو نبی ہی ہوتا ہے اور نبی کے معنی ہیں "غیب کی خبریں بتانے والا"۔

عقلی دلائل:۔ شریعت عقل کے دائرے کے اندر ہے اور قرآن و حدیث عین عقل کے مطابق ہے۔ جب انسان عقل کو بروئے کار لائے تو شریعت کی ہر بات واضح ہو جاتی ہے۔ مندرجہ بالا قرآن و حدیث کے دلائل کے بعد عقل کہتی ہے۔

ا۔ محب اپنے دوست جو کہ محبوب (ﷺ) بھی ہے کو کچھ باتوں کا علم دے اور کچھ باتیں چھپائے۔ عقل نہیں مانتی۔

ب۔ محب اپنے دوست کو اپنی ذات کا مظہر کہے اور پھر کچھ چھپائے۔ پھر تو یہ ذات کا مظہر ہونے والی با نہ ہو گی۔

ت۔ محب کا فرمانا۔ اے محبوب (ﷺ) ہم آپ کو اتنا دیں گے کہ آپ (ﷺ) راضی ہو جائیں گے۔ محبوب (ﷺ) کو راضی کرنے کے لئے سب کچھ بتانا پڑے گا۔ تھوڑا سا بتا کر سمجھنا کہ محبوب (ﷺ) کو راضی کر لیا۔ عقل نہیں مانتی۔ دینی بھائی نے تو سب کچھ قربان کر کے ٹاٹ کے کپڑے پہن کر حاضری دی۔

-------------- یہاں تو پھر دوستی اور محبوبیت کا معاملہ ہے --------------

ث۔ آپ ﷺ نہ صرف خلیفہ بلکہ اللہ تعالیٰ کے نائب اعظم ہیں جس کا کام وہی ہوتا ہے جو اصل ذات کا ہے (سوائے الوہیت کے) ورنہ خلافت بے معنی سی رہ جاتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اپنے نائب اعظم سے کچھ باتیں چھپائی جاتی ہیں۔ یہ بات بھی عقل نہیں مانتی وہ اس لئے کہ یہ فطری سسٹم کے خلاف ہے۔

ج۔ جب محب نے اپنے دوست کے نور کی تخلیق کی اور جب کچھ نہ تھا۔ محب اور محبوب (ﷺ) تھا۔ پھر قلم اور لوح بنا کر قلم کو حکم دیا کہ لکھ۔ تو کیا محبوب (ﷺ) کو کہا ہو گا کہ آپ اس طرف توجہ نہ کریں کیونکہ میں کچھ لکھا رہا ہوں۔ اگر ایسا ہو تو پھر دوستی اور محبت کیسی۔ عقل نہیں مانتی۔ قلم لکھتی رہی۔ محبوب (ﷺ) سے گفتگو ہوتی رہی۔ واقعات لکھواتے گئے۔ محبوب (ﷺ) سے کبھی کہا۔ (انظر) دیکھ۔ کبھی کہا (الم تر) کیا تو نے نہ دیکھا۔ کبھی کہا (قل) آپ کہہ دیں کبھی محبوب (ﷺ) کے چہرے کی قسم کھائی جا رہی۔ کبھی محبوب (ﷺ) کی زلفوں کی قسم۔ کبھی محبوب (ﷺ) کے زمانے کی۔ کہیں محبوب (ﷺ) کے شہر کی قسم کہیں محبوب (ﷺ) کی جان کی قسم۔ کہیں اپنی قسم۔ کہیں محبوب (ﷺ) سے کہا جا رہا ہے آپ ﷺ میری قسم کھالیں۔ یہ قرآن ہے

محبوب (ﷺ) کی شان میں قصیدہ --- باقی کونسا علم رہ گیا۔ جس کا آپ ﷺ کو علم نہیں۔

ح۔ وہ محبوب، جس نے اپنے دوست کی "الوہیت" کا اقرار کروانے کے لئے اس کی راہ میں تمام انسانوں سے زیادہ تکالیف اٹھائیں مدنی زندگی کے دس سالوں میں ستائیس بار تلوار لے کر دوست کے دشمنوں کے خلاف تلوار لے کر نکلا۔ زخم کھائے۔ خون بہا۔ صرف یہ بات منوانے کے لئے کہ اللہ ایک ہے۔ وہی سچا معبود ہے۔ اس کی بندگی کرو۔ اس کے ساتھ ان جھوٹے خداؤں کو شریک نہ کرو --- کیا دوست یہ صلہ دے گا کہ کچھ علم دے اور کچھ چھپائے۔ عقل نہیں مانتی۔

خ۔ محب محبوب (ﷺ) سے مشورہ کرتا ہے۔ رات کو محبوب (ﷺ) کے پاس آتا ہے۔ محبوب (ﷺ) ایک وقت محب کے پاس ہوتا ہے جہاں دونوں کے سوا تیسرے کی گنجائش نہیں --- عقل کہتی ہے۔ مشورہ کرتے ہوئے دو دوست بات ہی ایسے شروع کرتے ہیں کہ تجھے تو سب باتوں کا علم ہے۔ تجھ سے کیا پردہ۔ جسے علم نہ دیا ہو اس سے مشورہ کیسے کر سکتے ہیں۔ پھر محب کا اپنے محبوب (ﷺ) سے اس کی امت کی شکایتیں کرنا۔ باقی تو کچھ بھی کہنے کو نہ رہا جو چھپایا جاتا۔

اگر تم جانو:- آقا ﷺ کے علم مبارک کی "حدیں" بنانے والو اپنے ایمان کو بچاؤ۔ تمہیں کچھ نہیں ملے گا اور دوزخ کا ٹھکانہ بن جائے گا۔ یہ معاملہ عام انسانوں کا نہیں کہ اس ذات کا معاملہ ہے جس کی حقیقت اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تو پھر تم کیسے کہتے ہو کہ محدود ہے۔ جب کہ تمہیں حدود اربعہ بھی پتہ نہیں۔ اگر تمہارا ذہنی معیار اوسط درجے سے بھی کم ہے (منافقین مدینہ کی طرح) تو پھر بھی بہتر ہے سکوت اختیار کرو۔ یہی بات تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانو۔

صاف بات:- شرک کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذات (الوہیت) سے ہے۔ کچھ صفات تو ہم جیسے انسانوں کو عطا ہوئیں اور یہاں تو اس ہستی کی صفات کا معاملہ "جو نہ ہوتا تو پھر کچھ نہ ہوتا"۔ اس لئے صفات کے حامل ہونے سے شرک نہیں ہوتا۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفات میں شریک ہونے سے (جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہی

عطا کی ہیں) شرک ہوتا ہے۔ تمام کی تمام ۱۴۸ آیات کفار مکہ کے باطل معبودوں سے منسلک ہیں (جن میں شرک کا لفظ آیا ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ کی ذات (الوہیت) میں کسی کو شریک کریں اس غیر اللہ کی پوجا کریں اس غیر اللہ کو سجدہ کر کے اللہ جانیں تو شرک ہو گا ہم تو آقا ﷺ کو اللہ نہیں مانتے۔ بس ہم تو آقا ﷺ کو اللہ کا محبوب (ﷺ) مانتے ہیں اور آقا ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ عبادت تو ہم اللہ تعالیٰ ہی کی کرتے ہیں۔

پیمانہ رضائے مصطفیٰ ﷺ: اللہ تعالیٰ کہتا ہے فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا (طور ۵۲/۴۸) ترجمہ۔ بے شک تم (اے حبیب) ہماری نگہداشت میں ہو۔ یہ ہے مقام محبوبیت۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کو ناراض کر کے دنیا اور آخرت کی بربادیوں کو اپنا مقدر نہ بناؤ۔ کیونکہ اگر رسول ﷺ ناراض ہو گئے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہو جائے گا۔ کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے راضی ہونے کا پیمانہ بتا دیا ہے اور وہ ہے "وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ" (۹/۶۲) ترجمہ۔ اللہ اور رسول زیادہ حقدار ہیں کہ اسے راضی کریں۔ یہاں (معاذ اللہ) کوئی گرائمر کی غلطی ہے (ہ) کی جگہ (ھما) ہونا چاہئے تھا کیونکہ دو ہستیوں کا نام الگ الگ لیا ہے اللہ اور رسول۔ مگر چونکہ راضی ہونے کا معاملہ ہے تو پھر اللہ اور رسول ایک ہیں۔ یعنی کہ رسول راضی ہو گا تو اللہ بھی راضی ہو گا۔ اگر رسول راضی نہ ہوا تو اللہ بھی راضی نہ ہو گا۔ اور جب دونوں ہی ناراض ہو گئے تو پھر تمام اعمال ضائع ہو گئے اور جہنم مقدر بن جائے گا۔ اس لئے اب بھی وقت ہے کہ آقا ﷺ کے علم مبارک میں نکتہ چینی کرنے کا وطیرہ چھوڑ کر جو "حزب اللہ" میں نہیں ہے وہ "حزب الشیطن" میں ہے اور "حزب الشیطن" کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ تمہیں کیسے کیسے سمجھاؤں؟

حرف آخر:- اگر ان منطقی دلائل کے باوجود بھی کوئی منافق اپنے باطن کی خباثت کے باعث آقا ﷺ کے "کلی علم مبارک" کو نہیں مانتا تو پھر اسے چاہئے کہ ایک لسٹ ان علوم کی بنائے جو آپ (ﷺ) کو معلوم ہیں اور دوسری لسٹ ان علوم کی بنائے جو (نعوذ باللہ) آپ کو نامعلوم ہیں۔ اس کے بعد آگے بات کرے۔ (مگر انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہرگز ہرگز نہ کر سکے گا)

نتیجہ:- یہ نکلا کہ آقا ﷺ کو "کلی علم" حاصل ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت عطا کرتے وقت عطا کیا اور اس سے شرک نہیں ہوتا۔

توبہ کا دروازہ

توبہ کی ضرورت:- انسان شر اور خیر کا مجموعہ ہے اس سے نیک کام بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔ نیک کاموں کا اجر ملتا ہے لیکن برے کاموں کی سزا ملتی ہے۔ اور ایسی سزا جو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے طور پر رکھی ہے۔ چنانچہ خالق کائنات نے توبہ کے متعلق اپنے فیصلوں سے واضح طور پر قرآن میں بتا دیا ہے کہ کیسے توبہ کریں اس کا مفہوم کیا ہے وغیرہ وغیرہ یہ لفظ قرآن حکیم میں ستاسی (۸۷) دفعہ آیا ہے۔ چند آیات اور اس کا مفہوم درج ذیل ہے۔ بنیادی طور پر توبہ کے نکات یہ ہیں کہ انسان گناہوں سے نادم ہو کر پہلی بات یہ ہے کہ توبہ کرے۔ پھر آئندہ ایسا گناہ نہ کرے اور واقعتاً" اسے معلوم ہو گا کہ وہ اس گناہ کو جس کے لئے توبہ کی تھی نہیں کر رہا۔

توبہ کا طریقہ۔ مصطفیٰ ﷺ کا واسطہ دو:- اللہ تعالیٰ نے ایک نظام بنایا ہوا ہے ہر کام کا۔ گویا کہ ایک طریقہ وضع کر دیا ہے چنانچہ توبہ کا بھی ایک طریقہ ہے اور وہ سمجھنا اس لئے آسان ہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ ہمارے سامنے ہے۔ انہوں نے دعا کی تھی رَبِّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ تَغْفِرْلِیْ اے میرے رب میں تجھے محمد ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ دوسری اہم بات وہ حکم ہے جو ہم اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں کو ملا ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا○ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تیرے حضور حاضر ہوں۔ اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت کرے۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ اس میں سمجھنے کا نقطہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو اس کے محبوب ﷺ کا واسطہ دے کر معافی مانگیں تو وہ ضرور (لَوَجَدُوا اللّٰہ کہا) پائیں توبہ قبول کرنے والا۔ اس نوعیت کی صرف یہ ایک ہی آیہ ہے۔ بہت آسان فہم ہے۔

توبہ کیوں؟:- قرآن کہتا ہے اَنَّہٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءًۢا بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِہٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○ (۶/۵۴) کہ تم میں سے جو کوئی جہالت میں کچھ برائی

کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور سنور جائے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

موت کے وقت توبہ قبول نہیں:- وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰٓی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ترجمہ۔ اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی۔ اور نہ ان کی جو کافر مریں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۴/۱۸)

گستاخان رسول کو مشورہ:- ایک مخلص مومن سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق تبلیغ بھی کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ شاید کوئی اپنا ایمان بچا لے اور دوزخ سے بچ جائے چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے دیدہ دانستہ یا نادیدہ دانستہ حبیب اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات نکالے تحریری یا تقریری۔ جنہوں نے اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کیا اور اپنی رائے سے مرضی کے موافق مطلب نکالا۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا محض اپنی جہالت اور کم علمی کی وجہ سے۔ جنہوں نے رحمتہ للعالمین رؤف الرحیم ﷺ کی نورانیت کا انکار کیا آپ کے کمالات یعنی معراج کو جھٹلایا۔ آپ کے صفات یعنی آپ ﷺ کے علم مبارک میں نکتہ چینی کی آپ ﷺ کے اختیارات کا انکار کیا۔ آپ ﷺ کے معجزات کا تمسخر اڑایا۔ اس وطیرہ سے انہوں نے دنیا اور آخرت برباد کر لی۔ ان کو مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ بہت قبل از موت اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے حبیب ﷺ کا واسطہ دے کر ان تمام باتوں سے توبہ کریں وہ غفور رحیم ہے۔ جب اسے اس کے حبیب ﷺ کا واسطہ دیں تو ضرور توبہ قبول کر لے گا۔ ورنہ موت کے وقت جب پتہ ہو کہ اب ٹائم پورا ہو رہا ہے توبہ قبول نہیں کرتا اور یہی وجہ تھی کہ فرعون کی توبہ قبول نہ ہوئی۔ فرعون کی سنت پر عمل نہ کریں۔

یاصاحب الجمالِ ویاسیّد البشر

من وجہک المنیر لقد نوّر القمر

لایمکن الثناء کما کان حقّہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر



(بندۂ۔ رسول کرنل (ریٹائرڈ) محمد انور مدنی